سورۂ نصر

مدینۂ منورہ میں نازل ہوا۔ اس میں تین آیتیں ہیں

سورۂ نصر مدنیہ ہے سورۂ نصر کے بارے میں اصح قول یہی ہے کہ یہ سورت شریفہ مدینۂ منورہ میں نازل ہوئی۔ اسی وجہ سے جمہور مفسرین کرام نے اس کو مدنیہ لکھا ہے اور ہم نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:۔ انزل بالمدینۃ اذا جآء نصر اللہ والفتح۔ (ابن مردویہ) سورۂ اذا جآء نصر اللہ والفتح مدینہ منورہ میں نازل ہوا" اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے:۔ انزل اذا جآء نصر اللہ بالمدینۃ۔ (ابن مردویہ) سورۂ نصر مدینۂ منورہ میں نازل ہوا" اور حضرت عطاء بن یسار نے فرمایا:۔ نزلت اذا جآء نصر اللہ والفتح کلّھا بالمدینۃ بعد فتح مکّۃ و دخول الناس فی الدین۔ (ابن جریر) اذا جاء نصر اللہ والفتح والی پوری سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ فتح مکہ کے بعد اور تمام عرب دین اسلام میں داخل ہونے کے بعد" اسی طرح اور روایات بھی ہیں جن سے اس سورت شریفہ کا مدینہ منورہ میں نازل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ البتہ

ایک روایت حضرت ابن عمرؓ سے اس طرح مروی ہے:۔ قال ھذہ السورۃ نزلت علی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اوسط ایام التشریق بمنی وھو فی حجۃ الوداع اذا جآء نصر اللہ والفتح حتی ختمھا فعرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ الوداع۔ (ابن ابی شیبۃ عبد بن حمید بزار ابو یعلی ابن مردویہ بیہقی) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ سورت شریفہ اذا جآء نصر اللہ والفتح منیٰ کے مقام پر ایام تشریق کے وسط میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ جبکہ آپ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ نے پوری سورت شریفہ آخر تک پڑھ سنائی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہچان گئے کہ اب اس جہاں سے رخصت ہونا قریب ہے" اور یہ حجۃ الوداع ہے۔ اس روایت سے اس کا مکیہ ہونا پایا جاتا ہے مگر حافظ ابن رجب حنبلی نے اس روایت کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:۔ ان اسنادہ ضعیف جدا۔ اس کی سند نہایت ہی ضعیف ہے۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ اگر اس روایت کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ حجۃ الوداع میں بمقام منیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مجمع عام میں پڑھ سنایا۔ اس سے راوی نے یہ خیال کیا کہ یہ سورت شریفہ ابھی یہیں نازل ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کا نزول حجۃ الوداع سے

پیشتر، فتح مکہ کے بعد ہی ہو چکا تھا لیکن راوی کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ اس توجیہ سے تمام روایات کا باہم اتحاد ہوتا اور بظاہر جو اختلاف معلوم ہو رہا ہے وہ رفع ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ماقبل سے ربط اس سورت شریفہ کا ماقبل سورت سے ربط اس طرح ہے کہ سورۂ کافرون میں جیسا کہ بیان ہو چکا کفار قریش یہ چاہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ قریش کا اختلاف کسی طرح ختم ہو جائے اور باہم کسی قسم کی مخالفت باقی نہ رہے۔ اس کے لئے انھوں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ایک سال تک آپ ہمارے بتوں کی پرستش کرتے رہیں یا صرف استلام ہی کر لیں یعنی ان کو بوسہ دیں اور چوم لیں۔ پھر ایک سال تک ہم آپ کے خدا کی پرستش کرتے رہیں۔ ادھر اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بھی یہ منظور تھا کہ قریش کا خلاف باقی نہ رہے۔ ہادی اسلام علیہ الصلاۃ والسلام اور آپ کی قوم متفق و متحد ہو جائے لیکن اس کی صورت وہ نہیں جو قریش نے پیش کی تھی وہ تو امر باطل کی دعوت تھی جو کسی صورت میں قابل قبول نہ تھی۔ بلکہ اس کی یہ صورت ہونی چاہئے کہ کفار جتنا چاہیں اپنا زور لگائیں اور جتنی مخالفت اور ایذا رسانی ان سے ممکن ہے وہ سب کچھ کر گزریں آخر میں اللہ سبحانہ تعالیٰ و تقدس کی تائید اور مدد سے باطل پر حق کی فتح ہو۔ اس کے بعد جو اتحاد و اتفاق پیدا ہوگا وہ ایسا

زبردست ہوگا جو کبھی ٹوٹ نہ سکیگا۔ چنانچہ آخر کار وہی ہوا جو حق سبحانہ تعالیٰ کو منظور تھا
ظاہر ہے کہ بغیر تائید الٰہی کے ایسی کامیابی ممکن نہیں ؎

کیا فائدہ فکر بیش وکم سے ہوگا ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ بھی ہوا ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

غرض سورۂ کافرون میں اسلام کے آغاز کا بیان تھا اور سورۂ نصر میں اس کا انجام بتلایا جارہا ہے۔ آغاز اور انجام میں جو مناسبت اور ربط ہے وہ ظاہر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے"

0-1 اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ
0-2
0-3 فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ
كَانَ تَوَّابًا ۧ جب آچکے مدد اللہ کی اور فتح، اور آپ دیکھیں لوگوں کو کہ داخل ع ۱ ۳۵
ہوتے جارہے ہیں دین میں اللہ کے فوج فوج، تو پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی اس کی ثنا کرتے ہوئے، اور بخشش چاہیے اس سے، بے شک وہ توبہ کو بہت قبول کرنے والا ہے"

نصر اللہ کی تفسیر "نصر" کے معنی مدد اور اعانت کے ہیں جو عموماً دشمن کے مقابلے میں

کی جاتی ہے تاکہ دشمن مغلوب ہو جائے اور اس پر کامیابی حاصل ہو۔ اور ظاہر ہے کہ مدد
جس درجہ کی ہو گی اسی حد تک کامیابی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ مدد کرنے والوں کے چونکہ
اقسام ہیں اور ہر مدد کرنے والا اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق مدد کرتا ہے
اس لئے اس کے نتائج بھی مختلف ہوں گے۔ پھر ہر کام کی اہمیت کے لحاظ سے اور دشمن
کی قوت و طاقت کے مدنظر مدد بھی اسی درجہ کی مطلوب ہو گی۔ بغیر اس کے کامیابی کی
امید محض خیالی بات ہو گی۔ یہ تقریر ایسی صورتوں سے متعلق ہے جہاں مقابلہ مخلوق کا
مخلوق سے ہو یعنی کسی جنس کا مقابلہ اسی جنس سے ہو۔ اس میں جمادات، نباتات،
حیوانات، جن و انس سبھی داخل ہیں مثلاً کسی پتھر کو توڑنا ہے تو اس سے قوی تر پتھر
درکار ہو گا۔ علی ہذا القیاس دیگر مخلوقات کے مقابلے کے لئے بھی ان سے قوی تر چیز
کی ضرورت ہو گی۔ لیکن جب مقابلہ غیر جنس کے ساتھ ہو تو یہ اصول وہاں کارگر نہ ہو گا

پیغمبروں سے مقابلہ اللہ سے مقابلہ ہے

حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو اپنی امتوں سے جس قدر
مقابلے درپیش ہوئے۔ وہ ایسے سمجھے کہ ان کا مقابلہ
ان مقدس ہستیوں کی ذات سے نہ تھا۔ وہ صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کا پیام اسکے
بندوں تک پہنچانے پر مامور تھے۔ وما علی الرسل الا البلاغ المبین
لہذا جس قدر مقابلے کفار کے پیغمبروں کے ساتھ رہے وہ دراصل اللہ سبحانہ تعالیٰ کے

ساتھ تھے۔ حق و باطل کا مقابلہ تھا۔ اس میں ما و شما کی مدد کیا کام دے سکتی تھی۔ یہاں ضرورت تھی نصر اللہ کی۔ اور جب کسی امر میں اللہ تبارک و تقدس کی مدد شاملِ حال ہو تو دشمن کی ناکامی اور پیغمبروں کی کامیابی یقینی ہو گی۔ خالق کے مقابلے میں مخلوق کہاں ٹھہر سکتی ہے؟ ارشاد باری ہے:۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذ لکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ۔ اگر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔ اگر وہی دست کش ہو جائے تو اس کے بعد وہ کون ہو سکتا ہے جو تمہاری مدد کر سکے۔" پھر یہ امر بھی پوشیدہ نہیں کہ بندوں کی مدد، عالم ناسوت کی بعض چیزوں کی حد تک محدود ہے جن پر ان کو کچھ اقتدار دیا گیا ہے۔ اس میں بھی بااوقات انسان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کا اقتدار اعلیٰ ساری کائنات پر ہے۔ ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔" کائنات میں عالم ناسوت کے سوا جبروت، ملکوت، لاہوت، سب کچھ داخل ہے۔ اور عالم ناسوت کی قوت، ان دیگر عوالم کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

پیغمبروں کی مدد کا وعدہ الٰہی

پیغمبروں کی نسبت اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ازلی ہے:۔ انا لننصر رسلنا۔ یقیناً ہم اپنے رسولوں کی ضرور مدد کریں گے۔"

چنانچہ جب کبھی ان بزرگوں کو ضرورت داعی ہوئی۔ انھوں نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی
چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ آپ کی قوم سر چڑھ رہی ہے اور ہمکنہ
ایذا رسانی سے نہیں چوکتی۔ یہ دعا فرمائی:۔ رب انی مغلوب فانتصر۔ اے
میرے پروردگار! اب میں مغلوب ہوا جا رہا ہوں لہذا آپ مدد فرمائیے" اس پر
ساتھ ہی جو کچھ ہوا اس کو اس طرح بیان فرمایا گیا:۔ ففتحنا ابواب السماء
بماء منهمر وفجرنا الارض عیونا فالتقی الماء علی امر قد قدر۔ پھر فوراً
ہم نے آسمان کے دروازے لگاتار برسنے والے پانی کے کھول دیئے۔ اور زمین سے
چشمے پھوٹ پھوٹ کر نکلنے شروع ہو گئے پھر اوپر اور نیچے کے پانی ایک مقرر کیے ہوئے
اندازے پر جا ملے" پھر کیا تھا کہ خشک زمین آن کی آن میں بحر زخار کی شکل میں تبدیل
ہو گئی۔ وحملناہ علی ذات الواح ودسر تجری باعیننا جزاء لمن کان کفر۔
اور ہم نے نوح کو سوار کرا دیا ایک کشتی پر جو تختیوں اور کیلیوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی۔
وہ کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ یہ بدلہ ملا تھا ان کو جن کا انکار کیا
جا رہا تھا" اللہ سبحانہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا
المرسلین انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون۔ اور ہمارا وعدہ
ہمارے بھیجے ہوئے بندوں یعنی پیغمبروں سے پیش از پیش ہو چکا ہے کہ بالضرور ان کی مدد

کی جائے گی اور یقیناً ہمارا لشکر (جو ہمارے پیغمبروں کو ماننے والوں سے ترتیب دیا جائیگا) بالضرور وہی سب پر غالب ہو کر رہیگا" چنانچہ جس قدر پیغمبروں کا حال قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں سنایا گیا اس سے ظاہر ہے کہ ہر پیغمبر علیہ السلام کو اللہ سبحانہ کی نصرت اور تائید کفار کے مقابلے میں ہمیشہ شامل حال رہی اور ہر موقع پر کامیابی پیغمبروں ہی کو حاصل ہوتی رہی یہاں تک کہ نمرود اور فرعون جیسے بڑے بڑے بادشاہوں نے بھی اپنے پیغمبر کا کہنا نہ مانا تو ان کو بھی دیکھتے دیکھتے نیست و نابود کر دیا گیا اور پیغمبر علیہ السلام ہی کی فتح ہوئی ۔

حضور اکرم سے نصرت الٰہی کا وعدہ ہمارے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ساتھ ان عمومی وعدوں کے علاوہ خصوصی وعدہ بھی اس بارے میں فرمایا گیا تھا :۔ وینصرک اللہ نصرا عزیزا ۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ غلبہ لانے والی مدد کے ساتھ آپ کی (اے نبی کریم !) مدد فرمائے گا" اور آپ کے متبعین کے بارے میں بھی وعدہ دیا گیا :۔ وکان حقا علینا نصر المؤمنین ۔ ہم نے ایمان والوں کی نصرت کو خود پر واجب قرار دے لیا ہے" چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک اس عالم فانی میں رونق افروز رہے ہر ہر موقع پر اللہ سبحانہ کی مدد ہمیشہ فرمائی گئی ۔ بدر کے موقع پر جو مدد دی گئی اس کی نسبت ارشاد ہوا :۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم

اذ لّة۔ اور بے شک اللہ سبحانہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے موقع پر تمہاری مدد فرمائی ایسی حالت میں کہ تم کمزور اور ذلیل سمجھے جاتے تھے“ اس وقت تک کفار اسی غرور میں مبتلا تھے کہ یہ مٹھی بھر مسلمان جو نہتے اور بے مایہ ہیں ہم سے مقابلہ کیا کر سکتے ہیں۔ مگر نصرت الٰہی نے جب مسلمانوں کا ساتھ دیا تو معلوم ہوا کہ نصر اللہ کی کیا شان ہے؟ اسی طرح دیگر غزوات کا حال ہے۔ چنانچہ یہ بھی ارشاد ہوا: ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین۔ اور بے شک اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بہت سارے موقعوں پر تمہاری مدد فرمائی۔ اور غزوۂ حنین میں بھی جبکہ تم کو اپنی کثرت پر ناز ہو رہا تھا۔ (کہ آج ہماری تعداد کفار کے مقابلے میں بڑھی چڑھی ہے لہذا ہم مغلوب نہ ہوں گے) پھر تمہاری عددی برتری کچھ بھی تمہارے کام نہ آسکی۔ اور زمین باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر واپس چلے آئے“۔ ایسے نازک وقت میں بھی ہماری ہی مدد تھی کہ اس کی بدولت تم کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کامیابی کا دار و مدار نہ کثرت تعداد پر ہے اور نہ اسلحہ پر، نہ دیگر سامان حرب پر نہ مال و دولت پر، نہ رسد پر اور نہ دوسری کسی چیز پر۔ کامیابی موقوف و منحصر ہے نصرت الٰہی پر صرف نصرت الٰہی پر۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا:۔ ان ینصرکم اللہ فلا

غالب لکم وان یخذ لکم فمن ذا الذی ینصر کم من بعدہ ۔ اگر نصرت الٰہی تمھارے شامل حال ہو تو پھر کوئی بھی تم پر غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر وہی اپنی نصرت چھوڑ دیتے (روئے زمین میں) کون ہو سکتا ہے جو تمہاری مدد کو آئے؟ بہر حال نصرت الٰہی کا یہ وعدہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا گیا تھا۔ جو ہر حال میں آپ کے شریک حال رہ کر دل و جان سے ساتھ دے رہے تھے جنکی کامیابیاں عالم آشکار ہیں۔

امت مرحومہ سے نصرت الٰہی کا وعدہ مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کے لئے بھی نصرت الٰہی کا وعدہ دیا گیا ہے ارشاد ہے: — یا ایھا الذین آمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سبحانہ کی مدد کرتے رہو گے تو وہ بھی تمھاری نہ صرف مدد فرمائیگا بلکہ تم کو ثابت قدم رکھیگا" پھر کسی کی مجال نہ ہو گی کہ تم کو اپنی جگہ سے ہٹا سکے۔ یہاں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مسلمان بندے اللہ سبحانہ کی مدد کرتے رہنے کی جو شرط عائد فرمائی گئی ہے اس سے کیا مراد ہے؟ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: — حق علی اللہ ان یعطی من سألہ وان ینصر من نصرہ۔ (عبد بن حمید، ابن جریر) اللہ پاک نے خود پر واجب کر لیا ہے کہ جو کوئی مسلمان اس سے مانگتا ہے وہ ضرور اس کو اسکی منہ مانگی مراد دیتا ہے اور جو کوئی اس کی مدد کرتا ہے اللہ سبحانہ بھی اسکی مدد فرماتا ہے"۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ کی مدد کرنے سے مراد، اس کے دین کی مدد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے نکلتا ہے تو نصرت الٰہی اس کے شامل حال ہوتی ہے اعلائے کلمۃ اللہ میں تقریر، تحریر، نیز جان و مال کا راہ خدا میں خرچ کرنا اور قربان کرنا سبھی داخل ہے۔ تقریر و تحریر اہل علم کا حصہ ہے اور انفاق مال، دولت مندوں اور اغنیاء کا فریضہ ہے اور جان کی بازی لگانا نوجوانوں اور بہادران اسلام کا کام ہے کسی میں یہ تینوں صفات جمع ہوتے ہیں اور کسی میں ایک یا دو۔ غرض ہر مسلمان کو اپنی مقدور بھر دین اسلام کی خدمت حسب استطاعت ضروری ہے۔ جو کوئی شخص جس درجہ اس میں حصہ لے گا نصرت الٰہی بھی اس کا ساتھ دیگی۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان ان صفات کے حامل رہے نصرت و تائید الٰہی بھی ساتھ دیتی رہی اور ان کا نام روشن رہا اور جب سے اس جذبہ میں فتور اور کمی واقع ہو گئی ہے اس کا نتیجہ بھی ظاہر ہے۔ بہر حال ہر فریق کو پھر سے اپنی کمر ہمت چست کرنے کی ضرورت ہے۔ تمام مسلمان ان صفات کے جامع ہونا ضرور نہیں بلکہ ہر فریق کی اتنی تعداد ہونی چاہیے جو وقت کی ضرورت کی تکمیل کر سکے۔ اسی وجہ سے شرع شریف نے تحصیل علم دین اور انفاق مال، اور اہل باطل سے جدال و قتال کو فرض کفایہ قرار دیا ہے اگر بحسب ضرورت ایک ایک جماعت اس کے لئے تیار رہے اور اپنا فرض انجام دیتی رہے تو یہ فریضے

سب کی طرف سے ادا ہو جائیں گے اور اگر کوئی اس کو انجام نہ دے تو سب گنہگار اور ماخوذ ہوں گے۔ یہ مدد بندوں کی طرف سے ہے جو اللہ سبحانہ کے دین کو دی جائیگی۔

بندے کی نصرت اللہ سبحانہ کے ساتھ

علامہ راغب اصبہانی لکھتے ہیں: — نصرۃ العبد للہ ھو نصرۃ لعبادہ والقیام بحفظ حدودہ ورعایة عھودہ واعتناق احکامہ واجتناب نھیہ۔ (مفردات) بندے کی طرف سے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی مدد کے معنی یہ ہیں کہ بندگان خدا کی مدد کی جائے۔ اور حدود اللہ پر قائم رہنے کی سعی کی جائے۔ اور اللہ سبحانہ کے دیے ہوئے عہود کو پیش نظر رکھا جائے۔ اور اس کے احکام کی پابندی کی جائے یعنی ہمیشہ ان کی تعمیل کی جائے۔ اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے کنارہ کش رہے"۔ یہ صفات جس قوم میں موجود ہوں تو وہ انصار اللہ کہلانے کی مستحق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے والے"۔ اور ایسی قوم کو بالفاظ دیگر حزب اللہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ والی جماعت ہے"۔ جو قوم صفات مذکورۃ الصدر کو اپنا شعار بنالے حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کی مدد کی جانی لازمی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: — اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم الغالبون۔ صفات صدر کی حامل جماعت "اللہ والی جماعت ہے اور یاد رہے کہ اللہ والی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے"۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: — ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم

الاعلون ان کنتم مؤمنین ۔ اور پست ہمت نہ بنو اور نہ غم کھایا کرو ۔ اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم ایمان والوں کی راہ پر قائم رہو گے" اور ایمان والوں کی صفت اختیار کرو گے"۔ یہ دنیا امتحان گاہ ہے اور اس میں تمہاری یہ زندگی اسی وقت کامرانی سے ہمکنار ہو سکیگی جبکہ تم اس امتحان میں کامیاب رہو ۔ ارشاد ربانی ہے :۔

لیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب ان اللہ لقوی عزیز ۔ حق تعالیٰ کو یہ دیکھنا منظور ہے کہ تم میں سے کون ہے جو اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کے لئے کمر بستہ ہے ۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ہر حیثیت سے قوت کاملہ رکھتا ہے سب پہ پوری طرح غالب ہے"۔ لہذا جس حد تک تم اس کی مدد کے لئے کھڑے ہو گے اسی مناسبت سے تمہاری مدد کی جائے گی اور اسی حد تک تم کو کامیابی حاصل ہو گی ۔

حضورؐ کی نصرت عالم ناسوت کے ذریعہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ کے اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پرشکوہ زندگی تمہارے سامنے ہے ۔ پھر تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین جن کے عہد کو خیر القرون فرمایا گیا ہے وہ بھی تمہارے پیش نظر ہے ۔ دیکھو ان کی پاک زندگی کیسی کامیاب تھی وہ دین حق کو قائم کرنے اور تمام دنیا میں اس کی تبلیغ و اشاعت کرنے کیلئے کمر بستہ ہو گئے تھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی ہر ہر موقع پر ان کی مدد کس کس طریق سے

فرمائی؛ عالم ناسوت کے علاوہ تمام عوالم خواہ وہ عالم جبروت ہو یا عالم ملکوت اور عالم لاہوت۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری خدائی ان کی نصرت کے لئے کھڑی ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے کہ وہ مبارک ہستیاں بھی اللہ سبحانہ کے دین حق کا بول بالا کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا چکے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

نُصِرتُ بالصبا واُھلِکت عادٌ بالدّبور۔ باد صبا کے ذریعہ میری مدد فرمائی گئی اور قوم عاد مغرب کی ہوا کے ذریعہ تباہ و برباد کر دی گئی۔" ہوا ایک ہی ہے لیکن قدرت الٰہی کے کرشمے دیکھو کہ باد صبا مشرق سے آتی ہے۔ غزوۂ احزاب میں اسکے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرمائی گئی جس سے کفار کے قدم اکھڑ گئے۔ کفار قریش عرب کے تمام قبائل کو اکٹھا کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے اور اسلام و مسلمانوں کو بیخ و بُن سے اکھیڑ پھینکنے کے لئے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے، مگر ایک باد تند کے آگے ٹھہر نہ سکے۔ یہ کفار تھے تو اس قابل کہ سب کے سب ہلاک کر دئے جاتے جس طرح کہ قوم عاد ہلاک کر دی گئی تھی۔ مگر اللہ پاک کو منظور تھا کہ آگے چل کر ان ہی دشمنان دین سے اپنے دین حق کی خدمت لی جائے اس لئے صرف ان کا منہ پھیر دیا گیا جدال و قتال کی نوبت آتی تو ایک بھی بچ نہیں سکتا تھا۔ اسمیں بھی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر منظور تھی کیونکہ یہ سب آپ ہی کی

قوم سے تھے۔ ورنہ یہی ہوا قوم عاد پر بھی چلی تھی جس سے کوئی بھی بچ نہ سکا۔ ساری قوم تباہ ہو گئی۔ جس کی تفصیل کئی جگہ تفسیر ہذا میں گزر چکی ہے۔

حضور کی نصرت عالم ملکوت و لاہوت کے ذریعہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:۔ نصرت بالرعب مسیرۃ شھر۔ میری مدد رعب کے ذریعہ بھی فرمائی گئی جو (قلمرو اسلام سے ہر سمت میں) ایک مہینے کی راہ تک چھایا ہوا ہے" ان حدود میں جس قدر سلطنتیں دشمنان اسلام کی قائم تھیں ان میں سے کسی کی مجال نہ تھی کہ قلمرو اسلام کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ تمام کے تمام اپنی اپنی جگہ سہمے ہوئے تھے یا دصبا کے ذریعہ جو مدد فرمائی گئی وہ عنصری نصرت تھی غزوۂ بدر اور اُحُد وغیرہ میں نصرت فرمائی گئی وہ ملکوتی نصرت تھی جس میں مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے اُتارے گئے تھے۔ اس نوع کی نصرت انبیائے سابقین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کے ساتھ بھی فرمائی گئی تھی۔ مگر کفار کے دلوں میں ہادیٔ اسلام علیہ الصلاۃ والسلام کا جو رُعب ڈال دیا گیا یہ لاھوتی نصرۃ ہے۔ جو حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی خصوصیت خاصہ ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب بما اشرکوا باللہ۔ عنقریب ہم کافروں کے دل میں رعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے ساتھ شریک

ٹھہراتے ہیں۔" یہ رعب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہیں آپ کے بعد بفضلہ تعالیٰ آپ کی امتِ مرحومہ کا تا قیامت کفار کے دلوں میں پڑا ہوا ہے۔ عارف رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست — ایں چنیں ہیبت زصاحب دلق نیست

نصرتِ الٰہی کے بعد کامیابی دور نہیں

اسی سلسلہ میں یہ بھی معلوم رہے کہ نصرتِ الٰہی ناسوتی ہو یا جبروتی وملکوتی، جب کسی کے شاملِ حال ہوتی ہے تو فتح و کامرانی میں دیر نہیں لگتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ واُخریٰ تحبونھا نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب و بشر المومنین۔ (آخرت کی کامیابی جو اہلِ ایمان کا خصوصی حصہ ہے اور جس کے آگے ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی کوئی چیز نہیں اس کے علاوہ) اور ایک دوسری چیز ہے جس کے تم خواہشمند ہو وہ اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب میں کامیابی۔ (وہ بھی تمہیں مل جائیگی) اور (اے نبی کریم!) آپ ایمان والوں کو اس کی بشارت وخوش خبری سنا دیجئے۔" چنانچہ آپ نے یہ بشارت سنا دی۔ پھر یہ بھی حکم الٰہی ہوا تھا:۔ یا ایھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ ۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے انصار (مددگار) بنے رہو" یعنی اس کے دین کی حمایت میں کمربستہ رہو چنانچہ مسلمانوں کی ایک زبردست جماعت ایسی بھی تھی جن کا نام ہی "انصار" تھا

انھوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے اور جو کامیابی اسلام اور مسلمانوں کو ان کی نصرت کی بدولت حاصل ہوئی زمانہ اس کو فراموش نہیں کر سکتا۔ یہ سب اللہ سبحانہ کی طرف سے ایک معمولی مدد تھی جو نصر من اللہ کا ایک نمونہ ہے۔

فتح وکامرانی نصرت الٰہی کے ساتھ ساتھ ہے

یہاں یہ ارشاد ہو رہا ہے :۔ اذا جآء نصر اللہ جب آجائے اللہ کی مدد" یہ اشارہ ہے لاھوتی مدد کی طرف جو ناسوتی، جبروتی اور ملکوتی مدد سے بے نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ نصر من اللہ اور نصر اللہ کا فرق یہیں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی نصر من اللہ۔ اللہ سبحانہ کی طرف سے کچھ مدد۔ خواہ وہ عالم ناسوت کی ہو یا عالم جبروت وملکوت کی۔ چونکہ یہ عوالم بھی اللہ سبحانہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اس لئے یہ مدد بھی من اللہ یعنی اللہ پاک کی طرف سے ہوئی۔ یہ بھی حق سبحانہ تعالیٰ ہی کی مدد ہے مگر بالواسطہ۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ نصر من اللہ و فتح قریب۔ اللہ سبحانہ کی طرف سے کچھ بھی مدد ہو تو فتح اس سے قریب ہی ہے" اور اس سورت کریمہ کا آغاز اس طرح فرمایا جارہا ہے :۔
اذا جآء نصر اللہ والفتح۔ جب آجائے مدد اللہ کی اور فتح۔ گویا لاہوتی مدد اور فتح وکامرانی ایک دوسرے سے صرف قریب ہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ ہے۔ یہ ہے نصر اللہ۔ یعنی اللہ سبحانہ کی لاہوتی مدد۔

والفتح کی تفسیر وَالْفَتْحُ۔ اور (جب آجائے) فتح و کامرانی "۔ فتح کے معنی ہیں کھول دینا۔ اس کا مقابل اور ضد ہے غلق۔ یعنی بند رکھنا" مطلب یہ کہ جن امور پر اب تک بندش تھی آئندہ کے لئے ان پر سے بندش اٹھالی گئی۔ اور ان کو کھول دیا گیا۔ فتح سے مبدل کردیا گیا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ الفتح سے مراد فتح مکہ ہے یعنی الفتح میں الف لام مضاف الیہ محذوف کے عوض میں لایا گیا ہے۔ فتح مکہ کہنا منظور ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح هٰذا ما وعدنی ربی۔ (طبرانی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا کہ یہ فتح وہی ہے جس کا میرے پروردگار نے مجھے وعدہ دیا تھا ثم قرأ اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ پھر آپ نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے:۔ جب آجائے اللہ کی مدد اور فتح " یعنی فتح مکہ۔ یا یہ کہ حضور نے پوری سورت شریفہ تلاوت فرمائی۔ جس کی تفسیر آگے آرہی ہے۔ اس حدیث شریف سے پایا جاتا ہے کہ سورہ نصر فتح مکہ کے وقت رمضان ۸ھ میں نازل ہوچکا تھا۔

فتح مکہ کا واقعہ

فتح مکہ کا واقعہ بیہقی وقت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر مظہری میں احادیث شریفہ و اخبار واردہ کے پیش نظر جو بیان فرمایا ہے اس کو اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:—

اوائل ذی قعدہ ۶ھ میں بمقام حدیبیہ جو صلح نامہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے مابین مرتب ہوا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ فریقین دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں گے نیز قبائل عرب کو آزادی رہیگی کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدہ کرلیں، اس بنا پر بنی بکر نے قریش کے ساتھ اور خزاعہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرلیا۔ ان دو قبیلوں میں قدیم عداوت تھی۔ ابھی ڈیڑھ دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ بنی بکر کی ایک شاخ بنی نفاثہ نے خزاعہ پر حملہ کردیا۔ اس میں قریش نے ہتھیاروں سے بنی بکر کی نہ صرف امداد کی بلکہ قریش کے چند سربرآوردہ لوگ رات کے وقت چھپ کر بنی بکر سے جا ملے۔ جن میں صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن عمرو شیبہ بن عثمان خویطب بن عبدالعزیٰ وغیرہ سرغنے اپنے غلاموں کو ساتھ لیکر لڑائی میں شریک رہے۔ اور خزاعہ کے (۲۳) آدمی مارے گئے۔ قریش سے یہ حرکت تو ہو گئی مگر بعد کو پچھتانے لگے اور ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے لگے۔ اور عمرو بن سالم خزاعی چالیس سواروں کے ساتھ مدینہ آیا۔ اور ادھر اس سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا:۔ ینقضون العھد لامر یرید اللہ۔ یہ لوگ عہد شکنی کرکے ایک امر عظیم کو دعوت دے رہے ہیں جو ارادہ الٰہی میں ہے" ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سن کر عرض کیا: خیر؟ اس میں خیر تو ہے؟ ارشاد ہوا: خیر۔ اس میں خیر ہی ہے" خزاعی مذکور نے جب واقعہ کی خبر دی تو آپ سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ردائے مبارک کو سنبھالنے بھی نہ پائے اور یہ فرمانے لگے:۔ لا نصرت ان لم انصرک یا عمرو بما انصر بہ نفسی۔ عمرو! اگر میں تیری مدد نہ کروں پوری قوت سے جس سے کہ میں اپنی ذات کی مدد کرتا ہوں تو میری امداد بھی نہ ہو" اولاً آپ نے قریش کو یہ پیام دیا کہ ان باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کریں" مقتولین کا خون بہا ادا کریں یا بنی نفاثہ کے جن اشخاص نے عہد شکنی کی ہے ان کو حوالہ کردیں۔ یا صلح نامہ کالعدم کردیا جائے" جب قاصد نے قریش کو یہ پیام پہنچا دیا تو وہاں سخت اختلاف آراء ہوا بالآخر یہ قرار پایا کہ صلح نامہ ہی کالعدم کردیا جائے۔ قاصد نے واپس آکر جواب سنایا تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ جنگ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی کو پسند فرمایا۔ اور خفیہ طور پر تیاریاں شروع فرمادی گئیں۔ قریش نے صلحنامہ کالعدم تو قرار دیا مگر اس پر بھی پچھتانے لگے۔ بالآخر ابوسفیان کو مدینہ بھجوایا۔ ابوسفیان نے اپنی دختر ام المومنین حضرت ام حبیبہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آکر فرش مبارک پر بیٹھنا چاہا۔ انھوں نے جھڑک دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرش مبارک پر تم نہیں بیٹھ سکتے۔ تم تو پتھر کے پجاری ہو۔ یہاں سے نکل در بار اقدس میں حاضری دی اور خوشامد و چاپلوسی کی بہت ساری باتیں کیں مگر آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سفارش چاہی، انھوں نے صاف جواب دے دیا کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خواہش کہ وہ کچھ سفارش کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔ واللہ لو لم اجد الا الذرۃ لجاھدتکم بہ۔ خدا کی قسم! اگر میں اپنا ساتھ دینے والوں میں ایک کمسن بچے کے سوا اور کسی کو بھی نہ پاؤں تب بھی اسی کو لے کر تم لوگوں سے جہاد کروں گا۔" پھر سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس آکر کہا کہ علی! ساری قوم قریش کے مقابلہ میں آپ مجھ سے قریب تر ہیں۔ (ہم دونوں دو حقیقی بھائیوں اُمیہ اور ہاشم کی اولاد ہیں) لہذا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میری سفارش کیجئے۔ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا:۔ ابو سفیان تم پر افسوس ہوتا ہے تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عزم مصمم فرمالیا ہے اس کے خلاف کسی کو کچھ کہنے کی جرأت بھی ہو سکتی ہے؟ اس وقت جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا علیٰ ابیہا وعلیہا

الصلاۃ والسلام بھی وہاں تشریف فرما تھیں، ابوسفیان نے ان سے بھی سفارش چاہی، جنابِ سیدہ نے بھی انکار فرما دیا۔ پھر ابوسفیان نے سیدنا علی مرتضیٰ سے کہا کہ کم از کم آپ مجھے کوئی مشورہ دیجئے۔ آپ نے جواب دیا: واللہ لا اعلم شیئا یغنیک ولکنک سید بنی کنانۃ فقم فاجر بین الناس ثم الحق بارضک۔ بخدا کوئی تشفی بخش صورت میرے علم میں نہیں ہے، البتہ تم کو پورے قریش کی سیادت حاصل ہے لہذا یہاں سے اٹھ کر مجمع عام میں کہہ دو کہ میری طرف سے سب کو امان ہے۔ یہ کہہ کر اپنی جگہ چلے جاؤ"۔ ابوسفیان نے پھر کہا، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس سے کچھ کام بن جائیگا؟ حضرت شیرِ خدا نے فرمایا، امید تو نہیں لیکن اس کے سوا میرے پاس کوئی تدبیر بھی نہیں۔ ابوسفیان نے وہاں سے سیدھا مسجد نبوی میں حاضر ہو کر اعلان کیا۔ یا ایھا الناس انی قد اجرت بین الناس۔ لوگو! میں نے سب کو امان دیدی" اور سانڈنی اونٹ پر سوار ہو کر چل دیا۔ مکہ پہنچنے پر لوگوں نے سوالات شروع کئے۔ ابوسفیان نے ساری سرگزشت سنادی۔ مکہ والوں نے کہا۔ واللہ ان اراد علیٌّ الا ان لعب بک۔ خدا کی قسم! علی نے تو تم کو صرف کھلونا بنانا چاہا۔ اور کچھ نہیں" ادھر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پر حضرت ابوذر غفاریؓ کو نائب بنایا اور دس ہزار کا لشکر جرار لیکر روانہ ہوئے۔ راستے میں

دیگر قبائل اسلم، غفار، مزینہ، اشجع، سلیم وغیرہ سے دو ہزار اور فراہم ہو گئے۔ رمضان شریف کا
مہینہ تھا۔ سب روزے سے تھے۔ مقام کدید پر پہنچ کر آپ نے بوقت عصر روزہ کھول
دیا آپ کو دیکھ کر سبھوں نے افطار کر لیا۔ پھر ختم ماہ تک روزہ رکھنے کی نوبت آئی
شرع شریف کے حکم فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر پہ
عمل کیا گیا یعنی تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے دن گن کر دوسرے
دنوں میں روزوں کی قضا کر لے"

ابو سفیان بن حارث جعفر اور عبداللہ کا اسلام

جحفہ کے مقام پر پہنچے تو حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ملے جو مکہ سے ہجرت کر کے آرہے تھے جواب تک حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے مکہ ہی میں مقیم رہ کر زمزم شریف پلانے کی خدمت
انجام دے رہے تھے۔ ابواء کے مقام پر پہنچے تو حضور کے ابن عم ابوسفیانؓ بن حارث
بن عبدالمطلب اور ان کے فرزند جعفرؓ ملے جو مشرف با سلام ہو کر آپ کے مکہ پہنچنے
سے قبل ہی آرہے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ عبداللہ بن امیہ بھی تھے جو حضور کی
پھوپی حضرت عاتکہ کے فرزند تھے۔ ابتداءً حضور نے ان سے اعراض فرمایا اور
ارشاد ہوا کہ مجھے ان کی حاجت نہیں۔ پھر حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کی سفارش سے
ان کو ساتھ لے لیا۔ مقام قدید پر پہنچے تو علم اور جھنڈے تیار کیے گئے اور ساتھ کے

قبائل میں تقسیم کیے گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوائے مبارک حضرت زبیرؓ کو مرحمت ہوا۔ عشا کے وقت مقام مرالظہران پر پہنچے۔ یہاں تک حضور کی تشریف آوری کا حال قریش کو معلوم نہ تھا۔

ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بُدیل بن ورقہ کا اسلام لانا

یہاں حکم ہوا کہ تمام اصحاب اپنی اپنی جگہ آگ روشن کریں۔ اس کو ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ دیکھ کر پریشان ہوگئے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ لوگ تجسس اور خبر گیری کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ ادھر حضرت عباسؓ نے فرمایا:—

واصباح قریش واللہ لئن دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ عنوۃ انھا لھلاک قریش الی آخر الدھر۔ قریش کی صبح نہایت افسوسناک ہوگی۔ خدا کی قسم اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ پر یلغار ہو تو قریش ہمیشہ کے لئے برباد ہوگئے۔" پھر حضرت عباسؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادہ خچر پر سوار ہو کر جلانے کی لکڑی، دودھ وغیرہ سامان خورد و نوش کے انتظام کے لئے نکلے۔ اور یہ بھی مقصود تھا کہ قریش کو کوئی خبر پہنچا دے کہ اگر مکہ پر چڑھائی ہوجائے تو قریش کی خیر نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ قبل از قبل وہ امن کی درخواست کرلیں۔

میدان میں ہزارہا مقامات پر آگ کی روشنی دیکھ کر ابوسفیان نے کہا:۔ واللہ

ما رأیت کاللیل نیرانا۔ خدا کی قسم! آج کی رات کی طرح آگ کی اتنی تعداد میں نے کبھی نہیں دیکھی۔" حضرت عباسؓ نے یہ بات سن پائی اور پہچان گئے کہ یہ ابوسفیان کی آواز ہے۔ آپ نے پکار کر کہا:۔ ویحک یا ابا سفیان ھذا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد جاء بما لا قبل لکم بہ۔ ابوسفیانؓ تیری خرابی ہو۔ یہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو اتنا لشکر لائے ہیں کہ تم لوگ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔" وہیں حضرت عباسؓ اور ابوسفیان کی ملاقات ہوئی ابوسفیان نے کہا ما الحیلۃ۔ اب کیا تدبیر ہے؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا اگر تو اسی حالت میں گرفتار ہو گیا تو تیری گردن اڑا دی جائے گی۔ لہذا میرے پیچھے اسی خچر پر بیٹھ جا تاکہ میں تجھے بارگاہ نبوی میں لے چلوں۔ اور تو امن کی درخواست پیش کر دے۔ چنانچہ اسی پر عمل ہوا۔ جا بجا آگ روشن تھی۔ حضرت عباسؓ جس جس آگ کے پاس سے گزرتے لوگ کہتے:۔ ھذا عم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی بغلۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ یہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں جو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر آ رہے ہیں۔" پھر حضرت عباسؓ کی سواری حضرت عمرؓ کی آگ کے پاس سے گزری تو ابوسفیانؓ کو دیکھتے ہی حضرت عمرؓ فرمانے لگے:۔ ھذا ابوسفیان عدو اللّٰہ الحمد للّٰہ

الذی امکن منہ بغیر عھد ولا عقد ۔ یہ اللہ کا دشمن ابوسفیان ہے، اللہ کا شکر ہے جس نے اس پر بغیر کسی عہد اور قرار داد کے قابو دیا" یہ کہہ کر حضرت عمرؓ فوراً اٹھے اور تیزی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوگئے ادھر حضرت عباسؓ بھی ابوسفیان کو لئے ہوئے دربار اقدس میں تیزی سے پہنچ گئے اور ابوسفیان کی سفارش کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے اور حضرت عباسؓ سے کہنے لگے کہ اس کے ساتھ آپ کیا سلوک فرمارہے ہیں اسی بنا پر کہ یہ عبدمناف کی اولاد سے ہے یعنی آپ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ اگر کوئی بنی کعب یعنی میرے خاندان کا ہوتا تو آپ اس کی سفارش نہ فرماتے۔ مگر عباسؓ بالیقین مانئے آپ جس دن مشرف باسلام ہوئے مجھے آپ کے مسلمان ہوجانے سے اتنی خوشی ہوئی کہ میرے باپ خطاب کے مسلمان ہونے سے بھی نہ ہوتی۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عباس! اس کو اپنے ساتھ ہی اپنی جگہ لے جائیے۔ صبح کو جب حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو دربار اقدس میں حاضر کیا تو ارشاد مبارک ہوا:۔ ویحک یا اباسفیان الم یأن لک ان تعلم ان لا الہ الا اللہ۔ ابوسفیان! افسوس ہے کہ ابھی تک تمھیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے" ابوسفیان نے عرض کیا:۔ بابی انت وامی ما احلمک واکرمک واوصلک

لقد ظننت ان لو کان مع اللہ غیرہ لقد اغنی شیئا بعد۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ کا حلم، آپ کا کرم اور آپ کی صلۂ رحمی کیسی ارفع و اعلیٰ ہے۔ میرا گمان غالب یہی ہے کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی ہوتا تو وہ ہمارے کچھ تو کام آتا۔" حضور اقدس نے پھر فرمایا:۔ ویحک یا ابا سفیان الم یأن ان تعلم انی رسول اللہ ابوسفیان تم پر افسوس ہے کہ ابھی تک تمھیں یہ یقین نہ آیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟" ابوسفیان نے کہا:۔ اما ھذہ ففی نفسی منھا شیئ۔ لیکن یہ دوسری بات مجھے اس میں کچھ تامل ہے۔" اس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا:۔ ویحک اسلم واشھد ان لا الہ الا اللہ قبل ان یضرب عنقک۔ تیری خرابی ہو، مسلمان ہو جا اور تیری گردن ماری جانے سے پہلے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔" راوی کا بیان ہے:۔ فشھد شہادۃ الحق واسلم۔ ابوسفیان نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام قبول کر لیا۔" حکیم اور بدیل اس سے پیشتر ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ یہ اسحاق بن راہویہ کی روایت ہے جو سند صحیح سے ثابت ہے۔ یہاں اور روایات بھی ہیں۔ پھر حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ ابوسفیان جاہ پسند ہے اس کو کچھ مراعات بھی مرحمت ہوں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ من دخل دار ابی سفیان فھو آمن ومن دخل المسجد فھو آمن ومن

اغلق بابہ فھو آمن۔ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں آجائے اس کو امان ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اس کو امان ہے اور جو اپنا دروازہ بند کرلے اس کو بھی امان ہے"

لشکر اسلام کا مکہ میں داخلہ یہ سنتے ابوسفیانؓ مسجد حرام پہنچے۔ اور للکار کر کہا یا معشر قریش ھذا محمد قد جاءکم بما لا قبل لکم بہ واخبرہم بما اتی بہ من الامان۔ اے گروہ قریش! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنی فوج لیکر تمہارے پاس پہنچ چکے ہیں جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور جو امان اپنے ساتھ لائے تھے اسکو بھی سنا دیا۔ اس وقت تک قریش سہمے ہوئے تھے۔ سب کے سب اپنے گھروں کو روانہ ہوئے اور کچھ مسجد حرام میں پناہ گزیں ہو گئے۔ حکیم بن حزامؓ اور بدیل بن ورقاءؓ جو مشرف باسلام ہو چکے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کرلی تو آپ نے ان دونوں کو قریش کے ہاں روانہ فرمایا کہ ان کو دعوت اسلام دیں۔ اور حضرت زبیرؓ کو علم عطا فرماکر مہاجرین و انصار کا امیر مقرر فرمایا اور حکم ہوا کہ مقام حجون کے پاس وہ علم نصب کردیں۔ اور یہ بھی حکم ہوا کہ ہمارے آنے تک وہیں ٹھہرے رہیں پھر آپ بھی اسی سمت سے مکہ مکرمہ رونق افروز ہوئے۔ یہاں آپ کے لئے ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ یہ مقام اعالی مکہ کا تھا یعنی بلندی پر سے مکہ کو جانے کا راستہ۔ اور

حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم ہوا کہ نشیبی راستہ سے اپنے فوجی دستہ کے ساتھ داخل ہوں۔ حضرت زبیرؓ اور خالد بن ولیدؓ کو یہ بھی ہدایت ہوئی کہ جب تک ان پر کوئی حملہ آور نہ ہو کسی پر حملہ نہ کریں۔ اور سعد بن عبادہؓ انصاری کو حکم ہوا کہ وہ اپنے دستے کے ساتھ کداء کے راستے سے داخل ہوں ان کو بھی ایک علم عنایت ہوا۔ جب سعد مکہ میں داخل ہونے لگے تو جوشیلے انداز میں کہا:۔ الیوم یوم الملحمہ الیوم تستحل الکعبۃ آج مار دھاڑ کا دن ہے آج کعبہ کا احترام باقی نہ رہیگا" یعنی خوں ریزی ہوگی۔ اس کلمہ کو مہاجرین کے ایک صاحب نے سن لیا اور بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ حضور! ملاحظہ فرمائیں کہ سعد کیا کہہ رہے ہیں۔ قریش پر ان کو کیا تفوق ہو سکتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ آپ فوراً سعد کے پاس پہنچکر ان سے علم لے لیجئے اور اس کو لیکر آپ خود داخل مکہ ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت شیر خدا نے اس کو حجر اسود کے پاس نصب فرما دیا۔

قریش کی مقاومت مجہول لشکر ظفر پیکر اسلام تین طرف سے یلغار کرتا ہوا مکہ میں داخل ہو رہا تھا۔ کہیں بھی مزاحمت نہیں ہوئی۔ صرف کچھ لوگ حضرت خالد بن ولیدؓ کے مانع و مزاحم ہوئے۔ تیریں چلائی گئیں اور ہتھیار سنبھال لئے گئے۔ اور کہا گیا کہ تم یوں آسانی سے داخل نہ ہو سکو گے۔ خالد بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے

اور ساتھیوں کو جنگ کا حکم دے دیا۔ معمولی مقابلہ ہوا جس میں مشرکین کے کم از کم بارہ اور زیادہ سے زیادہ اٹھائیس مارے گئے۔ اور مسلمانوں کے صرف تین اصحاب کام آئے۔ وہ بھی اس وجہ سے کہ خالد کا ساتھ چھوڑ کر دوسری طرف بھٹک گئے تھے۔ بہر حال حملہ آوروں کو بری طرح شکست ہوئی۔ اور ہزیمت خوردہ ہو کر میدان سے راہ فرار اختیار کی۔ کچھ پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ صحابہؓ کرام نے ان کا بھی دور تک ایسا تعاقب کیا کہ ان کو پلٹ کر آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

سنگین سے سنگین تر مجرمین کی معافی

بعض سرغنے گردن زدنی قرار پاچکے تھے ان کی نسبت نام نام سے ارشاد تھا کہ وہ جہاں ملیں قتل کردئے جائیں اگرچہ وہ کعبۃ اللہ شریف کے پردوں میں لپٹے ہوئے کیوں نہ پائے جائیں۔ یا جو قبول اسلام کے بعد نعوذ باللہ مرتد ہو چکے تھے۔ مگر قربان جائیں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ ان میں سے بھی بہتیرے اشخاص کی جان بخشی فرما دی گئی چنانچہ عبداللہ بن ابی سرح کو حضرت عثمانؓ کی سفارش پر چھوڑ دیا گیا۔ اور دوبارہ ان کا اسلام قبول کر لیا گیا۔ عکرمہ بن ابی جہل کے قتل کا حکم ہو چکا تھا۔ وہ مسلمان ہو کر آئے تو جان بخشی فرمائی گئی۔ ہبار بن اسود انتہا درجہ کا موذی تھا۔ مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ حضرت زینب کو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی بڑی صاحبزادی تھیں موقع پاکر اونٹ پر سے گرادیا۔ جس سے اسقاط ہوگیا۔ اور اسی صدمہ سے بعد کو جاں بحق ہوگئیں۔ علی ابیہا و علیہ الصلاۃ والسلام۔ فتح مکہ کے دن یہ مسلمان ہوگیا تو اس کو بھی معافی دے دی گئی۔ کعب بن زہیر مشہور شاعر اپنے اشعار میں اسلام اور مسلمانوں کی ہجو کیا کرتا۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخانہ اشعار لکھا کرتا تھا۔ یہ بھی مسلمان ہوکر ایک مدحیہ قصیدہ لکھا اور حاضر دربار ہوکر پڑھ سنایا۔ جو قصیدۂ بانت سعاد کے نام سے مشہور و معروف ہے اس کی سماعت کے بعد نہ صرف جاں بخشی کی گئی بلکہ ردائے مبارک جو زیب تن انور تھی اسی وقت اتار کر بطور انعام مرحمت فرمائی گئی۔ وحشی بن حرب جس نے عم رسول اللہ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوۂ احد میں شہید کردیا تھا فتح مکہ کے موقع پر طائف کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اس لطف عمیم کی خبریں سنکر حاضر خدمت ہوا اور مسلمان ہوگیا تو اس کو بھی معافی دے دی گئی۔ اور ارشاد ہوا کہ اگر تم سے ہوسکے تو ہماری نظر سے خود کو دور رکھو تاکہ حضرت حمزہؓ کی یاد نہ آئے۔ وحشی نے پھر کبھی صورت نہ دکھائی۔ ملک شام کی طرف چلے گئے۔ خلافت صدیقی میں مسیلمۂ کذاب کو قتل کیا اور کہنے لگے کہ عم رسول کو شہید کرکے حضور کو غمگین کیا تھا۔ آج عدو رسول کو قتل کرکے آپ کی مسرت کا سامان کیا ہوں۔ عمر بن ہاشم کی آزاد کردہ لونڈی سارہ جو

ایک مغنیہ تھی اور ہجائیہ کلام گا گا کر کفار و مشرکین کو خوش کرتی تھی۔ اور یہی مغنیہ حاطب بن ابی بلتعہ کا خط مکہ کو لے جا رہی تھی (جس کا قصہ سورۂ ممتحنہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے) مسلمان ہو گئی تو اس کو بھی معافی مرحمت ہوئی۔ ہند بنت عتبہ زوجۂ ابو سفیان جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا مسلمان ہو کر آئیں تو انھیں بھی معافی مل گئی صفوان بن امیہ کٹر کافر اور کٹر کافر کا بیٹا فتح مکہ کے موقع پر جدہ کی طرف فرار ہو گیا تھا۔ چاہتا تھا کہ یمن کی طرف بھاگ جائے مگر عمیر بن وہبؓ نے اس کی نسبت امن کا پروانہ حاصل کیا اور اس کو بلا کر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ اس نے دو مہینے کی مہلت چاہی تاکہ قبول اسلام کے بارے میں غور و فکر کرے آپ نے چار مہینے کی مہلت عطا فرمائی۔ بعد کو یہ بھی مسلمان ہو گئے ان کو بھی معافی دیدی گئی۔

دین مقدس اسلام کا طرۂ امتیاز

کلام طویل ہے یہاں صرف یہ بتانا منظور ہے کہ دین اسلام سلامتی کا پیام دیتا ہے۔ "جیو اور جینے دو" اسکی تعلیم ہے۔ ہاں جو خواہی نخواہی ٹکر لینا چاہے تو یہ ایک کوہ تمکین ہے اس سے ٹکرانے والا خود ہی پاش پاش ہوگا دین مقدس اسلام کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیگا۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی عذر خواہ بن کر آئے گا اس کی معذرت قبول کر لی جائے گی۔ یعنی اسلام قبول کرے گا تو اسکو معافی دے دیجائیگی۔ واقعات بالا سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہوگا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کے

خزانوں میں جس چیز کی کمی ہے وہ حضور رحمت عالم خُلق مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خزانۂ خُلق میں بے انتہا فراوانی کے ساتھ موجود ہے یہ رحم وکرم کا دریا ہے جس کا کنارہ نظر نہیں آتا۔

حضور انور کا فاتحانہ داخلہ

قصہ مختصر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے ارض مکہ کو دوبارہ مشرف فرمایا تو اس شان کے ساتھ کہ سیاہ عمامہ زیب تن تھا۔ اور حضرت امام احمد صحیحین اور سنن اربعہ کی روایات کے مطابق آپ خود پہنے ہوئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ابتداً خود پہنے ہوئے تھے پھر اس کو اتار کر عمامہ زیب تن فرمایا ہو جس نے جس حالت میں دیکھا وہی روایت کی۔ اونٹنی پر سوار تھے۔ فرط مسرت کے عالم میں کمال تواضع اور جذبۂ شکر گزاری اس درجہ تھا کہ سر مبارک جھکا جھکا جا رہا تھا اور ناقہ مبارک پہ بار بار سجدہ ریز نظر آتا تھا۔ انا فتحنالک فتحا مبینا کی آیات کریمہ ورد زبان تھیں۔ ترجیع کے ساتھ ان کو دہرایا جا رہا تھا۔ آپ مقام حجوں میں خیف بنی کنانہ کے پاس خیمہ ایستادہ کر کے فروکش ہو گئے جہاں قریش نے بنی ہاشم کے ساتھ عدم تعاون کا معاہدہ طے کیا تھا کہ بنی ہاشم جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے نہ کریں ان سے کوئی راہ ورسم روا نہ رکھی جائے گی۔ نہ ان کے ساتھ عقد نکاح

ہوگا نہ کسی قسم کی خرید وفروخت۔ لوگوں نے عرض کیا کیوں آپ اپنے دولت خانے میں
قیام نہیں فرماتے؟ ارشاد ہوا کہ عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر کہاں رکھ چھوڑا ہے؟
سب کچھ بیچ ڈالا۔ اولاً آپ نے غسل فرمایا۔ جناب سیدہ خاتون جنت علیٰ ابیہا
وعلیہا الصلاۃ والسلام اس حالت میں پردہ پکڑی ہوئی تھیں۔ غسل سے فارغ ہوکر
نماز چاشت ادا فرمائی۔ سولہ سترہ روز قیام رہا۔ یہیں سے پنج وقتہ نمازوں
کے لئے روزانہ کعبۃ اللہ شریف کو جاتے آتے رہے۔ جب آپ پہلی دفعہ ناقہ مبارک پر
سوار ہوکر خانہ کعبہ میں اسی شان سے رونق افروز ہوئے جیسا کہ اوپر بیان کیا
گیا۔ تو کھجور کی چھڑی جو دست مبارک میں تھی اس سے حجر اسود کو مس کرکے چوم لیا
اس کو استلام کہتے ہیں۔ پھر تکبیر کہی۔ آپ کی تکبیر کے ساتھ ہی تمام اصحاب کبار
رضی اللہ عنہم نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے در و دیوار گونج اٹھے۔ آپ لوگوں کو
اشارہ سے فرماتے جاتے تھے کہ سکون واطمینان اختیار کریں۔ مشرکین اس وقت
اطراف کے پہاڑوں پر چڑھ کر یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ پھر آپ نے خانہ کعبہ کا طواف
ادا فرمایا۔ طواف کے سات شوط (چکر) ہوتے ہیں۔ ایک ایک چکر کاٹتے ہوئے جب
حجر اسود کے سامنے تشریف لاتے تو استلام فرماتے۔ کعبہ شریف کے اطراف تین سو
ساٹھ بت شیشہ پگھلا کر نصب کئے گئے تھے۔ ھُبل نامی بت سب سے بڑا تھا۔ جو

باب کعبہ کے پاس تھا اور اساف و نائلہ اس جگہ استادہ تھے جہاں مشرکین بتوں کے نام کی قربانی کرتے تھے۔ دوران طواف میں آپ کا گزر جس کسی بُت کے پاس سے ہوتا تو جاء الحق وزھق الباطل فرماتے ہوئے اس کی آنکھوں کی طرف کھجور کی چھڑی سے صرف اشارہ فرماتے اور وہ سر کے بل زمین پر گر جاتا۔

ایک دشمن کا منصوبہ اور اس کا قبول اسلام

اسی اثنا میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ فضالہ بن عمر لیثی نامی ایک شخص تاک رہا تھا کہ حالت طواف میں آپ کا کام تمام کر دے۔ چنانچہ اس بُرے ارادے کے ساتھ جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا تو فضالہ ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں" (میں فضالہ ہی ہوں) ارشاد ہوا:۔ ماذا کنت تحدث بہ نفسک۔ اپنے جی میں کیا گمان رکھا تھا؟ عرض کیا:۔ لا شئی۔ کچھ بھی نہیں" یہ سُن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دئے۔ پھر فرمایا:۔ اِسْتَغْفِرِ اللّٰہَ۔ استغفار کرو اور اللہ سے اپنے اس ارادے کی معافی چاہو۔ پھر آپ نے اس کے سینے پر دست مبارک رکھا فضالہ کا بیان ہے:۔ واللہ ما رفع یدہ عن صدری حتی لم یکن شیئ احب الی منہ۔ خدا کی قسم! آپ اپنا دست مبارک میرے سینے پر سے اٹھا لینے بھی نہیں پائے تھے کہ آپ کی محبت میرے دل میں اتنی جاگزیں ہو گئی کہ

آپ سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب تر نہ تھی"۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

غسل کعبۃ اللہ شریف طواف سے فارغ ہوئے تو ناقہ مبارک پر سے اتر گئے۔ مسجد حرام میں ناقہ کو باندھ رکھنے کی کوئی موزوں جگہ نہ ملی۔ آپ نے مسجد سے باہر اس کو ٹھہرا دیا۔ پھر آپ مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے (یہ ایک پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام چڑھ کر خانہ کعبہ کی تعمیر فرماتے تھے) یہ پتھر آجکل کعبۃ اللہ شریف سے چند قدم دور ایک حجرے میں محفوظ ہے۔ اُن دنوں خانہ کعبہ سے متصل رکھا ہوا تھا۔ مقام ابراہیم کے پاس آپ نے دوگانہ طواف ادا فرمایا۔ آپ درع اور خود زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ عمامہ مبارک سامنے رکھا ہوا تھا۔ پھر چاہ زمزم کے پاس تشریف لے گئے اور اس میں جھانک کر دیکھا۔ پھر ارشاد ہوا اگر عبد المطلب کی اولاد پر عام لوگوں کے غالب ہونے اور زمزم شریف کو ان کے قبضہ سے لے لینے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں خود اس میں سے ایک ڈول پانی نکال لیتا۔ یہ سُن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک ڈول کھینچ کر آب زمزم پیش کیا تو آپ نے نوش جاں فرمایا۔ اس سے وضو بنانا شروع کیا۔ پھر کیا تھا کہ غسالہ وضو پر تمام لوگ ٹوٹ پڑنے لگے۔ کوئی اس کو ہاتھ میں لیکر پی جاتا اور کوئی اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر مشرکین کہنے لگے ایسی گرویدگی اور عقیدت کسی بادشاہ کے ساتھ بھی ہم نے کبھی نہیں دیکھی۔ پھر سب سے

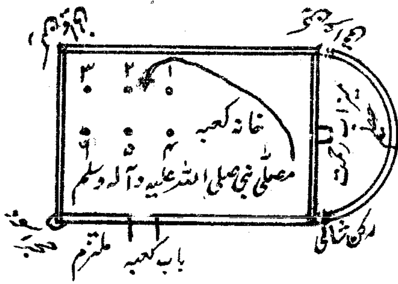
بڑے بُت ھُبل کی نسبت حکم ہوا اس کو فوراً گرا دیا گیا۔ خانہ کعبہ کے اوپر ایک بڑا بت تھا۔ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ارشاد ہوا کہ بیٹھ جائیں، آپ بیٹھ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؓ کے دوش پر سوار ہو گئے۔ پھر اتر گئے اور ارشاد ہوا کہ علی! تم ہی میرے دوش پر چڑھ جاؤ۔ آپ دوش مبارک پر چڑھ گئے۔ حضور اکرم آپ کو دوش مبارک پر لیکر سرو قد ایستادہ ہو گئے۔ (یہ منزلت کسی کو نہ مل سکی) سیدنا علیؓ مرتضیٰ فرماتے ہیں: خُیّل الیّ لو شئت قلت افق السماء۔ مجھے خیال ہونے لگا کہ اس حالت میں اگر میں آسمان کو چھو لینا چاہوں تو بآسانی اسکو چھو سکتا ہوں" پھر حکم ہوا کہ اس بڑے بُت کو گرا دو۔ یہ بت تانبے کا تھا اور لوہے کی میخوں سے مضبوط جما دیا گیا تھا۔ تاکہ وہ کسی کی طاقت سے ہل نہ سکے۔ حکم اقدس ہوا کہ جاء الحق وزھق الباطل انّ الباطل کان زھوقا پڑھو۔ یعنی حق آیا اور باطل نیست نابود ہو گیا۔ بے شک باطل کو نیست و نابود ہی ہو جانا چاہیئے" یہ کہہ کر میں نے اُسے اکھیڑ کر زمین پر پھینک دیا۔

خانہ کعبہ میں داخلی

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو عثمان بن طلحہ کے پاس بھیجا کہ ان کے پاس سے کعبۃ اللہ شریف کی کنجی لائیں۔ یہ بنی شیبہ سے تھے کلید برداری کی خدمت قدیم سے ان کے خاندان میں چلی آ رہی تھی۔ انھوں نے

جواب دیا کہ کنجی میری والدہ کے پاس ہے۔ بلال کو حکم ہوا کہ عثمان کی ماں کے پاس سے ہی
لائیں۔ اس نے جواب دیا: ــ لا واللات والعزیٰ لا ادفعه الیك ابدا۔
ایسا نہیں ہو سکتا۔ لات و عزیٰ کی قسم! میں اس کو تمہارے حوالے کبھی نہ کروں گی"۔
مگر بیٹے نے کہا: ــ لا لات ولا عزیٰ ان لم تفعلی قتلت انا واخی۔ اب
اب لات و عزیٰ کی کچھ نہیں چل سکتی۔ اگر تم تعمیل حکم نہ کرو گی تو میں اور میرا بھائی
دونوں قتل کردیے جائیں گے"۔ ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتظر تھے۔
دیر ہوئی تو آپ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو روانہ فرمایا۔ عثمان کی
ماں نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی آواز سنی تو اپنے بیٹے سے کہا: ــ یا بنی خذ المفتاح
فان تاخذ انت احب الی من یأخذ وہ هم عدوی۔ بیٹے کنجی تو لے ہی
تیرا لینا ہی مجھے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ لوگ لیں کیونکہ یہ
میرے دشمن ہیں"۔ عثمان کنجی لے کر حاضر خدمت ہوئے آپ نے ان سے کنجی لیکر اپنے
دست مبارک سے دروازہ کھولا۔ بنی طلحہ کا زعم یہی تھا کہ وہ خود کعبہ کا دروازہ
کھولیں گے۔ پھر حضرت عمرؓ کو حکم ہوا کہ اندر جو تصویریں ہیں ان کو مٹا دیں۔ یہ
کیا تھا کہ دوسرے اصحاب کرام بھی حضرت عمر کے ساتھ ہو گئے۔ رجز پڑھتے ہوئے
زمزم شریف لاتے اور خانہ کعبہ کے اندر باہر پانی ڈال کر دھونا شروع کر دیا

خانہ کعبہ سے تمام آثار شرک دھو دھو کر مٹا دئے گئے۔ اب حضور انور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبۃ اللہ شریف میں رونق افروز ہوئے۔ اس موقع پر صرف حضرت اسامہؓ بن زیدؓ اور کلید بردار عثمان بن طلحہ کو شرف معیت حاصل تھا۔ داخلی کے ساتھ دروازہ بند کر لیا گیا۔ خانہ کعبہ میں باب کعبہ کے محاذی چھ ستون تھے۔ جس کا نظری نقشہ بلا تشبیہ حسب ذیل ہے :۔



داخلی کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستون ۱ و ۲ کے درمیان دوگانہ ادا فرمایا اس طرح کہ ستون ۱ داہنی جانب اور ۲ و ۳ بائیں جانب اور مابقی ستون آپ کے پیچھے تھے۔ پھر باہر برآمد ہو کر کعبۃ اللہ شریف کی طرف رخ کر کے اور ایک دوگانہ ادا ہوا۔ پھر ارشاد ہوا :۔ ھذہ القبلۃ۔ یہی کعبہ (تمام دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ ہے" یعنی قیامت تک اسی کی سمت متوجہ ہو کر نمازیں ادا ہوتی رہینگی۔

باب کعبہ سطح زمین سے قد آدم بلند ہے۔ آپ نے وہیں سے ایک مختصر سا خطبہ دیا

جو حسبِ ذیل ہے :—

خطبۂ نبوی لا الہ الا اللہ وحدہٗ صدق وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ الا ان کلّ ماثرۃ ودمٍ او مال یدعی فھو تحت قدمیّ ھاتین۔ واوّل دمٍ اضعہ دم ربیعۃ بن الحارث الا سدانۃ البیت وسقایۃ الحاجّ الا فی قتیل العصا والسوط والخطا وشبہ العمد الدیۃ المغلّظۃ مائۃ ناقۃ منھا اربعون فی بطونھا اولادھا۔ ولا وصیۃ لوارثٍ وانّ الولد للفراش وللعاھر الحجر ولا یحلّ لامرأۃ ان تعطی من مال زوجھا الا باذنہٖ والمسلمون ید واحد علی من سواھم ولا یقتل مسلم بکافرٍ ولا ذو عھد فی عھدہٖ ولا یتوارث اھل ملّتین ولا جلب ولا جنب ولا توخذ صدقات المسلمین الّا فی بیوتھم وافنیتھم ولا تنکح امرأۃ علی عمّتھا ولا علی خالتھا والبیّنۃ علی من ادّعی والیمین علی من انکر ولا تسافر امرأۃ الّا مع ذی محرمٍ ولا صلاۃ بعد العصر وبعد الصبح وانھا کم عن صوم یومین یوم الفطر ویوم الاضحی وعن لبستین لا یحتبی بثوب واحد ولا یشتمل الصمّاء یامعشر قریش! ان اللہ قد اذھب عنکم الجاھلیۃ وتعظّمھا بالآباء الناس ابن آدم وآدم خلق من تراب ثم تلا

یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی الآیۃ۔ یا اہل مکۃ ماذا
ترون انی فاعل بکم قالوا خیرا اخ کریم و ابن اخ کریم قال لا تثریب
علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الراحمین اذھبوا فانتم الطلقاء
فاعتقھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فخرجوا کانما نشروا من القبور۔
کوئی ہستی قابل پرستش نہیں سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا
اور اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اور تمام فوجوں کو اس اکیلے خدا نے شکست دیدی۔
آگاہ رہو تمام فخریہ باتیں یعنی زمانہ جاہلیت کے مفاخر اور مکارم نیز خون کے مقدمات
اور مال کے مطالبات جن کے دعاوی پیش ہیں وہ میرے ان دو قدموں کے نیچے
پامال ہیں۔ اور پہلا خون جس کی ذمہ داری ہیں اتار دیتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث
کا خون ہے۔ (ربیعہ حضور کے عم زاد بھائی تھے جو دایہ کے پاس چھوڑے گئے تھے
لوگوں نے ان کو قتل کر ڈالا تھا) مگر بیت اللہ شریف کی کلید برداری اور حاجیوں کو
پانی پلانے کی خدمت (اپنی جگہ قائم رہیگی کلید برداری بنی شیبہ میں اور سقایۃ حاج
بنی عبد المطلب میں) آگاہ رہو کہ لٹھ یا کوڑے سے قتل کر دیا جائے۔ یا غلطی سے یا
شبہ عمد سے مارا جائے اس میں دیۃ مغلظہ ہے یعنی اس کا خون بہا سو اونٹ
(مقتول کے ورثاء کو) دئے جائیں۔ جن میں چالیس گابھن اونٹنیاں بھی شامل ہوں

وارث کے حق میں وصیت نافذ نہ ہوگی۔ ناجائز بچہ ماں کے حوالہ کردیا جائے اور جس کی
صلب سے ایسی اولاد ہو وہ اس کا باپ نہ کہلایا جائے گا۔ عورت کے لئے حلال
نہیں کہ اپنے شوہر کے مال سے اس کی بلا اجازت کسی کو کچھ دیدے۔ غیر مسلمین کے
مقابلے میں تمام مسلمان متحد رہیں۔ کافر کے بدلے میں مسلمان مارا نہ جائے گا اور جس
سے معاہدہ ہوا ہو وہ بھی مارا نہ جائے گا جن کی ملت جدا جدا ہو وہ ایک دوسرے
کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اور مسلمانوں سے زکات وصدقات ان کے گھروں پر
جاکر وصول کی جائے گی۔ (ان کو گھر سے دور طلب نہ کیا جائے گا) ماں کے نکاح
میں ہوتے ہوئے اس کی بیٹی سے نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ خالہ نکاح میں رہتے
ہوئے بھانجی سے نکاح کیا جا سکیگا۔ بار ثبوت مدعی پر ہے اور مدعی علیہ جو منکر ہو اسکو
حلف دیجائیگی۔ کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہیں کر سکتی۔ نماز عصر اور فجر کے بعد
کوئی نماز نہیں ہے۔ اور میں تم کو ان دونوں میں روزہ رکھنے سے منع کرتا ہوں
ایک یوم عید الفطر اور دوسرا یوم عید الاضحیٰ۔ اور میں تم کو دو طرح کے لباس سے
منع کرتا ہوں ایک یہ کہ کوئی ایک ہی کپڑا پہنا ہوا ہو تو وہ حبوہ نہ کرے مثلاً
لنگ باندھا ہوا ہو تو اس کو کھول کر اس سے اپنی پیٹھ اور اپنے پاؤں کو لپیٹ کر
نہ بیٹھا رہے جس سے شرمگاہ دکھائی دینے لگے۔ اور نہ کپڑے کو اس طرح لپیٹ لیا جائے کہ

منہ سر، ہاتھ پاؤں سب چھپ جائیں (جیسے تکیہ پر غلاف چڑھا ہوتا ہے۔) یہاں تک
خطاب عام تھا۔ پھر خصوصیت کے ساتھ قریش کو مخاطب کرکے فرمایا:۔ اے گروہ
قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت دور کردی۔ اور آباؤ اجداد کے ذریعہ اپنی عظمت
جتانے اور تفاخر و تکبر نسبی سے منع فرمادیا۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے
بنائے گئے تھے۔ (خاکی انسان کو تفاخر زیبا نہیں) پھر آپ نے سورۂ حجرات کی
یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے) لوگو! ہم نے تم سب کو مرد و عورت
سے پیدا کیا ہے۔ اور تمھاری شاخیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ تم اپنی شاخ اور قبیلہ کو
پہچان لیا کرو (اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرو) تم میں جو زیادہ پرہیزگار ہے وہی
زیادہ بزرگ اور باعزت ہے۔" پھر اہل مکہ کی طرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا:۔
اے مکہ والو! (خواہ وہ قبیلۂ قریش سے ہوں یا دیگر قبائل سے) تم کیا خیال کر رہے
ہو کہ میں تمھارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ سبھوں نے متفق اللفظ عرض
کیا۔ ہم اچھے سلوک کی توقع رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ ہمارے باعزت بھائی ہیں اور
باعزت بھائی کے فرزند دلبند ہیں۔ یہ سنتے ہی فرمایا آج تم پر کسی قسم کی سرزنش نہیں
اللہ تم سب کو معاف فرمائے اور اپنی رحمت میں ڈھانک لے۔ کیونکہ وہ تمام
مہربانوں سے زیادہ تر مہربان ہے۔ اب جاؤ تم سب رہا کردئے گئے۔" یہ تقریر فرماکر

حضرت خلق مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو آزادی بخشی۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ خوشخبری معافی عام کی سُن کر سب کے سب خوشی خوشی ایسے چلے گویا کہ قبروں سے زندہ کرکے اٹھائے گئے ہیں۔"

ندائے عام کہ گھروں میں بھی کوئی بُت رہنے نہ پائے

اس موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عام طور پر منادی کردی گئی: ـ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یدع ما فی بیتہ صنما الا کسرہ۔ جو کوئی اللہ پر اور آخری دن پر یعنی روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اپنے گھر میں جس قدر بت یا مورتیاں ہوں ان سب کو توڑ ڈالے۔" اتنے میں نماز ظہر کا وقت آگیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ کعبۃ اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان کہیں۔ بلال رضی اللہ عنہ اذان دے رہے تھے اور مشرکین اس پر رشک کر رہے تھے اور قریش اطراف کے پہاڑوں پر چڑھ کر صورت حال کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ ابو سفیان، خالد بن اسید اور حارث بن ہشام خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے خالد بن اسید نے کہا: ـ لقد اکرم اللہ اُسید ان لا یکون یسمع ھذا۔ اللہ نے (میرے باپ اُسید کی عزت رکھ لی کہ وہ (اس سے پہلے ہی انتقال کر گیا کہ) وہ ان کلمات اذاں کو سننے ہی نہ پایا۔" مگر حارث بن ہشام نے کہا: ـ اما واللہ لو علم انہ محق لا تبعہ۔ آگاہ رہو خدا کی قسم!

اگر وہ جانتا کہ یہ دین اسلام ہی حق ہے تو وہ ضرور اس کی اتباع کرتا"۔ وہاں سعید بن عاص کے بیٹے بھی موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا:۔ لقد اکرم اللہ سعیدا اذ قبضہ قبل ان یری ھذا الاسود علی ظھر الکعبۃ۔ اللہ نے سعید بن العاص کی لاج رکھ لی کہ اس حبشی کو کعبہ شریف کی چھت پر چڑھتا ہوا دیکھنے سے پیشتر ہی اسکو دنیا سے اٹھالیا"۔ ابو سفیان نے کہا:۔ لا اقول شیئا لو تکلمت لاخبرت عنی ھذہ الحصا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر میں کوئی کلمہ زبان سے نکالوں تو ابھی یہ کنکریاں میری مخبری کر دینگی"۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان لوگوں کی گفتگو کی تفصیل سنادی۔ اس وقت وہاں جتنے آدمی موجود تھے سب کے سب کہنے لگے:۔ نشھد انک رسول اللہ۔ ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر کیا تھا مکہ والے سب کے سب مسلمان ہوگئے۔

حضرت ابو قحافہؓ کا قبول اسلام

کسی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ابو قحافہ کی طرف پتھر پھینک دیا جو ان کے سر پر لگا اور خون جاری ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دیکھا نہ گیا۔ آپ فوراً مدد کو پہنچے۔ چہرے پر خون جو رواں تھا اس کو پونچھ ڈالا اور ان کو خدمت اقدس میں پیش کیا ارشاد مبارک ہوا:۔ ھلا ترکت الشیخ حتی ناتیہ۔ ان بڑے میاں کو اپنی

جگہ کیوں چھوڑ نہ رکھا۔ ہم خود ان کے پاس آتے۔" حضرت صدیق نے عرض کیا کہ ان ہی کو خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ پر دست مبارک پھیرا تو وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضور نے مشاہدہ فرمایا کہ ابو قحافہ رضی اللہ عنہ اتنے بوڑھے ہو چکے ہیں کہ ان کا سر اور داڑھی کے بال روئی کے گالے کی طرح بالکل سپید ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ ان کے بالوں کا رنگ بدل دو یعنی کوئی خضاب لگا دو مگر سیاہ خضاب نہ لگانا۔

قریش اور اہل مکہ کی بیعت پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پائین میں کھڑے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ یہاں ایک مجمع عظیم تھا۔ بڑے چھوٹے مرد عورتیں سبھی کا اجتماع تھا۔ مردانہ کی بیعت سے فارغ ہوئے تو زنانے کی طرف توجہ ہوئی۔ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

واللہ ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرأۃ قط ما کان یبایعھن الا کلاما۔ خدا گواہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک کسی عورت کو مس کرتے نہ پایا۔ ان سے صرف زبانی بیعت لیجاتی تھی۔" اس طرح تمام اہل مکہ مشرف باسلام اور بکیفیت ہو گئے۔

انصار کا ایک اندیشہ اور اس کا دفعیہ

اس واقعہ کو دیکھ کر انصار کہہ اٹھے: - امّا الرجل فادرکتہ رغبۃ فی قرابتہ ورأفۃ فی عشیرتہ "اب آں حضرت کو اپنے اہل قرابت کی طرف میلان، اور اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ شفقت دامنگیر ہوگئی ہے" مطلب یہ کہ اب شاید حضور یہیں کے ہو رہیں گے۔

اتنے میں آپ پر وحی آئی۔ پھر آپ نے انصار سے خطاب فرمایا: - یا معشر الانصار قالوا لبیک یا رسول اللہ قال قلتم کذا قالوا نعم قال فحاشا وکلا انّی عبد اللہ ورسولہ ھاجرت الی اللہ والیکم المحیا محیاکم والممات مماتکم فاقبلوا الیہ یبکون ویقولون واللہ یا رسول اللہ ما قلنا الذی قلنا الا للضنین باللہ ورسولہ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانّ اللہ ورسولہ یعدردّتکم بصدقاتکم۔

اے گروہ انصار! یہ سنتے ہی تمام انصار نے متفق اللفظ جواب دیا کہ یا رسول اللہ ہم سب حاضر ہیں۔ ارشاد ہوا: - کیا تم نے مذکورہ بالا کلمہ کہا ہے؟ سبھوں نے عرض کیا ہاں کہا تو ہے۔ ارشاد مبارک ہوا: - حاشا وکلا یعنی ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کی طرف اور تمھاری طرف ہجرت کی ہے۔ اب ہمارا جینا تمھارا جینا ہے اور مرنا تمھارا مرنا ہے

یعنی ہم اب مکہ میں بود و باش اختیار نہ کریں گے۔ حکم الٰہی سے ایک دفعہ اس کو چھوڑا تو عمر تمام کے لئے چھوڑ دیا۔ یہ تقریر سُن کر تمام انصار فرط مسرت اور کمال پشیمانی سے رونے لگے اور قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے یا رسول اللہ! ہم نے جو کچھ کہا وہ ہماری کوتاہ بینی اور تنگ دلی پر مبنی تھا جو خدا اور رسول کے مقابلے میں برتی گئی۔ اس پر ارشاد اقدس ہوا کہ خدا اور رسول تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تم نے راہ خدا میں جو کچھ دیا ہے اس کا صلہ تم کو (پورا پورا) مل کر رہیگا۔"

غازیان اسلام اور نادار لوگوں کیساتھ حسن سلوک

فتح مکہ کا اتنا بڑا اور اہم واقعہ بغیر کسی بڑی قربانی یا خونریزی کے اور بغیر کسی لوٹ مار کے نہایت امن و امان کے ساتھ طے ہوا مگر غازیوں کو مادی صورت میں کچھ نہ مل سکا۔ غالباً اس کو محسوس فرما کر حضور نے اغنیاء قریش یعنی صفوان بن امیہ سے پچاس ہزار درہم اور عبداللہ بن ربیعہ اور حویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس چالیس ہزار درم مبادلہ لیکر اپنے اصحاب کرام میں تقسیم فرما دئے نیز مکہ میں جو ضعفاء تھے ان کو بھی نوازا گیا۔ پھر اسکے بعد غزوہ ہوازن جو در پیش ہوا اور اس میں جو غنیمت مسلمانوں کو ملی اس سے ان تینوں قریشیوں کے قرضے شکریہ کے ساتھ بے باق کر دئے گئے۔ اور ارشاد ہوا:-

انما جزاء السلف الحمد والاداء۔ قرضے کا بدلہ یہی ہے کہ قرض دینے والے کا

شکریہ ادا کیا جائے اور اس کا قرضہ بے باق کر دیا جائے۔" پھر ارشاد مبارک ہوا:۔
لا تغزی مکۃ بعد الیوم وقال لا ھجرۃ بعد الفتح۔ آج کے بعد سے مکہ میں
کوئی ماتم نہ ہوگا یعنی اس پر نہ کوئی چڑھائی ہوگی اور نہ کسی تعزیت و ماتم کی نوبت
آئے گی۔ نیز یہ بھی ارشاد ہوا:۔ مکہ فتح ہو جانے کے بعد آئندہ یہاں سے ہجرت
(ترک وطن) کر کے جانے کی ضرورت نہیں رہی" کیونکہ مکہ مکرمہ اب دار الاسلام
قرار پا چکا ہے لہذا یہاں سے ہجرت کر کے کہیں جانے کی حاجت نہیں۔

فتح مکہ پر ابلیس کی زاری حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ لما فتح مکۃ
رنّ ابلیس رنّۃ فاجتمعت ذریتہ فقال ایئسوا ان ترد امۃ
محمد الی الشرك۔ (ابو یعلیٰ، ابو نعیم) جب مکہ فتح ہو گیا تو ابلیس لعین زار و قطار
رونے لگا۔ اس پر اس کی تمام ذریت جمع ہو گئی (اور سبب دریافت کیا؟) ابلیس
کہنے لگا کہ آئندہ کے لئے تم سب مایوس و ناامید ہو جاؤ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم) کی امت (شرک سے بالکلیہ پاک ہو چکی ایسی کہ) پھر کبھی شرک کی طرف رُخ
نہ کرے گی۔"

فتح مکہ پر کفار جن کی بوکھلاہٹ حضرت مکحول تابعیؒ کا بیان ہے کہ جب حضور
رسول اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ میں داخل ہونے لگے تو کفار جن آپ کی طرف

آگ کے شرارے پھینکنے لگے۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اور اس تعوذ کی تلقین کی :۔ اعوذ بکلمات اللہ التامۃ التی لا یجاوزھن برّ و لا فاجر من شرّ ما نزل من السماء وما یعرج فیھا ومن شرّ ما بث فی الارض وما یخرج منھا ومن شرّ اللیل والنھار ومن شرّ کل طارق یطرق الا طارق یطرق بخیر یا رحمٰن۔ (ابن ابی شیبہ) اللہ سبحانہ کے کلمات کاملہ کی میں آڑ لیتا ہوں جن سے نہ کوئی نیک آگے جا سکتا ہے اور نہ کوئی بد۔ ان تمام چیزوں کے شر سے جو آسمان سے اترتی یا ان کی سمت میں چڑھتی ہوں۔ نیز پناہ لیتا ہوں ان تمام چیزوں کے شر سے جو زمین میں پھیلی ہوئی ہوں اور جو زمین سے نکلتی ہوں۔ نیز رات دن کے شر سے اور ہر آنے والی چیز کے شر سے جو رات میں وارد ہوتی ہو۔ مگر وہ آنے والی چیز جو اے خدائے رحمٰن! رات میں بھلائی لاتی ہو“

فتح مکہ پر نائلہ مورتی کا واویلا

حضرت ابن ابی ابزیٰؓ فرماتے ہیں: ـــ لما فتح مکۃ جاءت عجوز حبشیۃ شمطاء تخمش وجھھا وتدعو بالویل فقلنا یارسول اللہ رأینا عجوزا شمطاء حبشیۃ تخمش وجھھا وتدعو بالویل فقال تلك نائلۃ ایئست ان تعبد ببلدکم ھذا ابدا۔ (بیہقی) جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو ایک حبشن بڑھیا سپید وسیاہ بال والی نمودار ہوئی جو اپنا چہرہ نوچتی اور واویلا کرتی جارہی تھی۔ اس کو دیکھ کر ہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے ایک بڑھیا دیکھی سیاہ حبشن کی طرح جسکے بال سپید وسیاہ تھے وہ اپنا چہرہ نوچتی اور واویلا کرتی جارہی تھی۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا وہ نائلہ نامی مورتی ہے اب تمھارے اس شہر میں اس کی پوجا کی جانے سے اس کو مایوس اور ناامید کرادیا گیا ہے۔" یعنی آئندہ کبھی اس کی پوجا اس سرزمین مقدس میں نہ ہوگی۔

قبائل عرب فتح مکہ کے منتظر تھے

تفسیر مظہری میں ہے: ـــ ولما فتح اللہ مکۃ قالت العرب بعضھم لبعض اذا ظفر محمد باھل الحرم وقد کان اللہ اجارھم من اصحاب الفیل فلیس لکم بہ ید فکانوا یدخلون فی دین اللہ افواجا بعد ان کانوا یدخلون واحدا واحدا

او اثنین اثنین۔ جب اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرا دیا تو قبائل عرب ایک دوسرے سے آپس میں کہنے لگے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اہل حرم کے مقابلے میں فتحمند ہو جائیں (حالانکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کو اصحاب فیل کے فتنہ سے پناہ دی تھی) پھر تو تمھارے لئے ان کے خلاف کوئی چارہ کار نہیں ہے (اطاعت واتباع ہی کرتے بنے گی۔) چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مکہ مکرمہ فتح ہوتے ہی عرب کے قبائل اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہونے لگے۔ حالانکہ اس سے پیشتر حالت یہ تھی کہ اکّے دکّے مشرف باسلام ہوتے تھے۔" یہ مضمون احادیث شریفہ میں بھی وارد ہوا ہے۔ اسی جانب ارشاد خداوندی میں ایما فرمایا جا رہا ہے:۔

رأیت کی تفسیر وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا۔

اور (اے نبی کریم!) آپ نے مشاہدہ فرما لیا کہ اللہ کے دین (دین اسلام) میں لوگوں کی فوجوں کی فوجیں داخل ہوتی جا رہی ہیں۔" یہاں رویت سے بظاہر رویت قلبی مراد ہے۔ یعنی علم واطلاع مراد لی جائے۔ مطلب یہ کہ روزانہ یہ بات آپ کے علم میں لائی جانے لگے اور آپ اس پر مطلع ہوتے رہیں کہ لوگ دین اسلام میں جوق جوق داخل ہوتے جارہے ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رویت بصری مراد ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ آپ چشم سر سے مشاہدہ فرمانے لگیں کہ لوگ کس کثرت کے ساتھ آئے ان

دین مقدس اسلام میں داخل ہوتے جارہے ہیں۔ یہ تفسیر ہوئی دَاَیْتَ کی۔

الناس کی تفسیر الناس کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ عامۃ الناس مراد ہیں یعنی تمام جزیرۃ العرب کے باشندے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت و رسالت کے بعد سے منتظر تھے کہ آپ کی دعوت توحید کا انجام کیا ہوتا ہے دیکھیں۔ تمام کی نظریں قریش مکہ پر لگی ہوئی تھیں۔ کیونکہ یہی قبیلہ تمام قبائل عرب میں بڑا تھا اور اسکی طاقت و برتری بھی عرب میں مانی ہوئی تھی۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: الناس تبع لقریش ابرارھا سادات ابرارھا وفجارھا سادات فجارھا۔ تمام لوگ قریش کے تابع ہیں۔ قریش کے نیک لوگ دنیا کے تمام نیکوں کے سردار ہیں۔ اور ان کے بدکار دنیا بھر کے تمام بدکاروں کے سرغنے ہیں"۔ مکہ فتح ہوا اور اہل مکہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے تو یہ خبر تمام جزیرۃ العرب میں بجلی کی طرح سرعت سے پھیل گئی۔ پھر کیا تھا ہر طرف سے وفود آنے لگے اور اپنی قوم کی طرف سے قبول دعوت کا عہدو پیمان باندھنے لگے۔ بنی اسد، بنی مرہ، بنی کلب، بنی ہلال، بنی کنانہ اور ان کے اطراف و اکناف کے قبائل اپنے اپنے وفود خدمت اقدس میں مسلسل بھیجنے لگے۔ اسی طرح اہل مکہ کے ساتھ اہل طائف، ہوازن، یمن اور دوسرے بلاد و امصار کے عرب بغیر کسی جدال و قتال کے حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔

قبائل عرب کو قریش کے انجام کا انتظار

حضرت عمر ابن سلمہؓ فرماتے ہیں:۔ لما کان الفتح بادر کل قوم باسلامھم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وکانت الاحیاء تتلوّم باسلامھا فتح مکّۃ فیقولون دعوہ وقومہ فان ظھر علیھم فھو نبیّ۔ (بخاری) جب فتح مکہ ہوئی تو ہر قوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں اپنی بیعت اسلام پیش کرنے کیلئے جلدی کرنے لگی، حالانکہ اس سے قبل قبائل عرب یہ کہا کرتے تھے کہ آپ کو (یعنی حضور اقدس وانور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) اور آپ کی قوم یعنی قریش کو اپنی حالت میں (دست و گریباں ہوتے ہوئے) چھوڑ دو۔ اگر آپ اپنی قوم پر غالب آجائیں تو (صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ) آپ نبی ہیں۔"

عہد نبوی میں تمام عرب مشرف بہ اسلام

علامہ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں:۔ لم یتوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وفی العرب رجل کافر بل دخل الکل فی الاسلام بعد حنین والطائف منھم من قدم ومنھم من قدّم وافدہ۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف ابھی ہونے نہ پائی تھی کہ عرب میں ایک شخص بھی کفر کی حالت میں رہا ہو بلکہ ہر ہر شخص غزوۂ حنین وطائف کے بعد دین مقدس اسلام میں داخل ہو گیا۔ ان میں سے

بعض تو خود ہی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور بعض وہ تھے جنھوں نے اپنے
اور اپنی قوم اور اپنے قبیلہ کی طرف سے وفد بھجوادیا" ابن عطیہ علامہ موصوف کے
مذکورۂ بالا قول کی نسبت کہتے ہیں:۔ المراد واللہ تعالیٰ اعلم بالعرب
عبدۃ الاوثان فان نصاری بنی تغلب ما اراھم اسلموا فی حیاۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعطوا الجزیۃ۔ عرب سے بت پرست
مراد ہیں (کہ ان میں اسلام عام طور پر پھیل گیا تھا۔ کوئی بھی ان میں مسلمان ہوئے بغیر
نہ رہا) لیکن قبیلہ بنی تغلب جو عرب ہی کا ایک قبیلہ تھا اور پیشتر سے نصرانی مذہب
اختیار کئے ہوئے تھا۔ جہاں تک ہمارا علم ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات
مبارک میں مشرف باسلام نہیں ہوا تھا۔ البتہ مسلمانوں کو جزیہ دینا قبول کر لیا تھا
یہ بھی ایک طرح اطاعت قبول کر لینا ہے۔

رأیت الناس کی دوسری تفسیر

حضرت عکرمہ اور مقاتل فرماتے ہیں کہ ورأیت الناس
میں ناس سے اہل یمن مراد ہیں جن کے ایک دو سات سو
اصحاب یمن سے آکر مشرف باسلام ہوئے۔ اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی اس
حدیث سے ہوتی ہے:۔ قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المدینۃ
قال اللہ اکبر اللہ اکبر جآء نصر اللہ والفتح وجآء اھل الیمن قیل

یارسول اللہ وما اھل الیمن قال قوم رقیقۃ قلوبھم لینۃ طاعتھم الایمان یمان والفقہ یمان والحکمۃ یمانیۃ۔ (ابن جریر) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا درحالیکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ ہی میں رونق افروز تھے اللہ اکبر اللہ اکبر دو دفعہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا۔ اللہ کی مدد اور فتح دونوں آچکے اور اہل یمن بھی آئے۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! اہل یمن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا وہ ایک قوم ہے جو نہایت رقیق القلب اور نرم خو اطاعت گزار ہے۔ ایمان کو یمن سے نسبت ہے اور فقہ (دین کی سمجھ کو بھی) یمن سے نسبت ہے اور حکمت (دین کی پختگی بھی) یمن سے نسبت رکھتی ہے۔" حافظ بزار کی روایت مرسلہ یوں ہے جاء اھل الیمن نقیۃ قلوبھم حسنۃ طاعتھم۔ اہل یمن آگئے جن کے دل صاف اور طاعت اچھی ہے۔"

اہل یمن کی منقبت حضرت ابوہریرہؓ کی روایت مرفوعہ اس طرح ہے: اتاکم اھل الیمن ارق افئدۃ والین قلوبا الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ۔ اہل یمن تمہارے پاس آئے جن کے دل کا غلاف رقیق ہے دل بھی نرم ہیں۔ ایمان کو یمن سے نسبت ہے اور حکمت کو بھی یمن سے انتساب ہے۔" ظاہر ہے کہ جن کے دل کا غلاف رقیق اور دل بھی نرم ہوں۔ ان میں حق و صدق کے قبول کرنے کی صلاحیت بھی

دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔ واقعہ ہوا بھی ایسا ہی کہ دعوت اسلام پہنچتے ہی اہل یمن بغیر کسی پس وپیش کے اور بغیر کسی جدال و قتال کے مشرف باسلام ہوگئے۔ اور دین اسلام کو اس طرح قبول کیا جیسے دین مقدس اسلام ان کی گم شدہ متاع عزیز تھی جو غیب سے ان کو مل گئی۔ اہل یمن کی منقبت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک بھی ہے:۔ اجد نفس ربکم من قبل الیمن "میں یمن کی طرف سے تمھارے پروردگار کی خوشبو آتی ہوئی پاتا ہوں" اور بعض روایات میں نفس ربکم کی جگہ نفس الرحمن بھی آیا ہے۔ یعنی یمن کی سمت سے مجھے خدائے رحمن کی خوشبو آرہی ہے" یہ اشارہ ہے اسی وفد کی جانب جو سات سو اصحاب پر مشتمل ہوکر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا جس کا بیان اوپر گزر چکا۔

فسبح بحمد ربك کی تفسیر فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔ "پس اپنے پروردگار کی حمد و تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کئے جائیے اور اس سے بخشش و مغفرت کی درخواست کیا کیجئے" حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فتح و نصرت دونوں کا وعدہ ابتداء ہی میں ہو چکا تھا۔ اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک طرح خصوصیت سمجھنا چاہیے۔ دوسرے انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کے ساتھ ان دونوں امور کا وعدہ دیا جانا نہیں پایا جاتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ بھی فتح مکہ سے پہلے تک یہی عمل رہا کہ فتح و نصرت دونوں جمع ہو کر نہیں آئے۔ غزوہ بدر وغیرہ میں صرف نصرت الٰہی ساتھ رہی کہ اس میں آپ کی مدد کے لئے ملائکہ کرام نازل ہوئے اور ان کی ہمت افزائی کی بدولت مسلمانوں کو دشمن پر کامیابی حاصل ہوئی مگر کوئی علاقہ مسلمانوں کے زیرنگیں نہ آنے پایا۔ اور کبھی ایسا ہوا کہ فتح حاصل ہوئی یعنی نیا علاقہ زیرنگیں آیا اور بغیر کسی جدال و قتال کے ہاتھ آیا۔ جب اس کے لئے جنگ ہی نہ ہونے پائی تو نصرت الٰہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ یہود بنی نضیر کی جلا وطنی کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ ان کی جلا وطنی کے بعد پورا علاقہ بغیر کسی جنگ وجدل کے قلمرو اسلام میں شامل ہو گیا اس کے لئے بطور خاص کسی قسم کی مدد چاہنے کی کوئی نوبت نہ آنے پائی۔ بخلاف فتح مکہ کے کہ یہاں خاص طور پر نصرت الٰہی بھی کار فرما رہی اور فتح مبین بھی حاصل ہوئی۔ جب یہ دونوں وعدے ایک ساتھ پورے ہو چکے تو اب مزید کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی۔ جس مقصد عظیم کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت شریفہ عمل میں آئی تھی وہ بدرجہ اتم و اکمل حاصل ہو چکا۔ تو ارشاد ہوا: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔ پس اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کئے جائیے اور اس وقت تک جو کارہائے نمایاں انجام دئے گئے اگر اس میں آپ کے منصب عالی کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی امر فروگذاشت ہوا ہو آپ کی طرف سے تو

اس کے لئے استغفار کیا کیجئے۔ تکمیل کار پر حمد و تسبیح اور کسی قسم کی اس میں کسر رہ جانے پر
استغفار ان دو چیزوں کو بقیہ عمر شریف میں لازم جانئے۔

سورۂ اذا جاء پیغام اجل بہرحال یہ سورت شریفہ نازل ہوئی تو نکتہ شناس اصحاب سمجھ گئے
کہ اب زیادہ دنوں تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہم میں رونق افروز نہ رہیں گے۔ اعلم الصحابہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ تو اس سورت شریفہ کو سنتے ہی بے اختیار رو پڑے۔ اس خبر وحشت اثر
کو سن کر ضبط نہ کرسکے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ان جیسے نوجوانوں کو تعجب
ہوا کہ اللہ سبحانہ کی نصرت اور فتح ساتھ ساتھ آرہے ہیں اس پر تو خوش ہونا چاہئے
رونے کا کیا محل ہے؟ ان بزرگ محترم کو کیا ہو گیا کہ زار و قطار رو رہے ہیں مگر جب
وہ وقت آخر آن پہنچا تو ان کا کہنا ہے کہ ہماری آنکھیں کھل گئیں کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
نے اس واقعہ کو اسی وقت بھانپ لیا تھا اور اس پر بے قابو ہو کر زار و قطار رونے لگے
تھے۔ بے شک۔ ان کا علم و عرفان ہم سب سے بہت ہی بڑھا ہوا تھا۔

حضور اکرم کا تاثر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سورت شریفہ کے نزول
کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں یہ ارشاد فرمایا:۔ ان عبد اخیرہ اللہ بین
الدنیا وبین لقائہ فی الآخرۃ فاختار لقاء اللہ۔ یقین مانو کہ اللہ

سبحانہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا درمیان دنیا کے اور درمیان اس سے آخرت میں ملنے کے۔ تو اس نے اللہ سبحانہ سے ملنے کو پسند کیا" ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر من قول سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ واتوب الیہ فقلت یا رسول اللہ اراك تکثر من قول سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ واتوب الیہ فقال خبرنی انی ساری علامة فی امتی فاذا رأیتها اکثرت من قول سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ واتوب الیہ فقد رأیتها اذا جاء نصر اللہ والفتح فتح مکة ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربك انه کان توابا۔ (ابن ابی شیبہ، مسلم، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ) حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یوں فرمانے لگے: سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ واتوب الیہ یعنی پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی (ہر عیب سے) اور اس کی حمد کرتا ہوں۔ اور اللہ سبحانہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں" تو یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ آپ ان کلمات کی کثرت فرمایا کرتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) اس پر ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے رب نے خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں

ایک نشانی دیکھنے والا ہوں اور جب میں اس کو دیکھ لوں تو مذکورہ تسبیح و استغفار بکثرت کیا کروں۔ چنانچہ میں نے اس نشانی کا مشاہدہ کر لیا ہے جو سورۂ اذا جاء نصر اللہ میں مذکور ہے۔ (اس لئے تسبیح و تحمید اور توبہ و استغفار کیا کرتا ہوں۔

تسبیح و استغفار نمازوں میں اور خارج نماز

ام المومنین عائشہ رضؓ سے یہ بھی مروی ہے:۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر ان یقول فی رکوعہ وسجودہ سبحانک اللّٰھم وبحمدک اللّٰھم اغفرلی یتاول القرآن یعنی اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ (عبدالرزاق، امام احمدؒ بخاری، مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ابن جریر۔ ابن المنذر۔ ابن مردویہ) حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع و سجدہ میں بھی عموماً یوں فرمایا کرتے تھے۔ سبحانک اللّٰھم وبحمدک، اللّٰھم اغفرلی۔ یعنی اے اللہ! آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ اور ساتھ ساتھ تعریف بھی آپ ہی کی ہے اے اللہ! مجھے بخش دیجئے'' یعنی قرآن کریم کی سورت شریف اذا جاء نصر اللہ والفتح میں جو احکام دئے گئے ہیں ان کی بجاآوری اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ حضرت صدیقہ یہ بھی فرماتی ہیں:۔

ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ انزلت علیہ ھذہ السورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح الا یقول مثلھا سبحانک اللّٰھم ربنا وبحمدک

اللّٰھم اغفرلی (ابن جریر) جب سے کہ سورۂ نصر حضور رسول انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل ہوا اور جب کبھی آپ اس کی تلاوت فرماتے تو (اس میں تسبیح و استغفار کے احکام فسبّح بحمد ربّك و استغفرہ جو وارد ہیں ان کی بموجب) آپ تسبیح و استغفار ضرور فرمایا کرتے۔ یعنی یوں ارشاد ہوتا: سبحانك اللّٰھم ربّنا و بحمدك اللّٰھم اغفرلی۔ ام المومنین سیدتنا ام سلمہؓ فرماتی ہیں: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فی آخر عمرہ لا یقوم ولا یقعد ولا یذھب ولا یجیئ الا قال سبحانك اللّٰھم و بحمدك استغفرك واتوب الیك فقلت لہ قال انّی امرت بھا و قرأ اذا جاء نصر اللّٰہ الی آخر السورۃ۔ (ابن جریر ابن مردویہ)

حضور رسول اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی عمر شریف کے آخری عہد میں اُٹھتے بیٹھتے جاتے آتے اسی کا ورد فرمایا کرتے تھے: سبحانك اللّٰھم و بحمدك استغفرك واتوب الیك۔ اے اللہ! آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے اور ہر تعریف اسکے ساتھ ہے، میں آپ سے مغفرت چاہتا ہوں اور آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں" اس طرح مداومت سے عمل فرماتے ہوئے دیکھ کر میں نے دریافت کیا کہ آپ یہ تسبیح و استغفار کس لئے فرماتے ہیں؟ اس پر ارشاد مبارک ہوا کہ مجھے اس کا ورد جاری رکھنے کا حکم ہوا ہے۔ پھر آپ نے اس کے ثبوت میں سورۂ نصر پڑھ سنایا" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی

اسی طرح مروی ہے۔

ایک ضروری سبق اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اس ارشاد اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس تسبیح و استغفار سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ انسان پر جب بڑھاپا آنا شروع کرے اور وقت آخر قریب ہونے لگے تو توبہ و استغفار کی طرف راغب ہو اور گزشتہ زمانے میں جو کوتاہیاں اس سے ہوئی ہوں ان کی تلافی کی جانب مائل ہو۔ خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ جب تک انسان دنیا میں موجود ہے اس نے جن کے حق میں کوتاہی کی ہے اس کی تلافی کرنے یا معافی چاہنے کے امکانات روشن ہیں، اگر اس موقع کو ضائع کر دیا گیا تو عالم آخرت میں نہ تو یہ کارآمد ہوسکیگی اور نہ استغفار۔ یہ تو حقوق اللہ کا حشر ہوا۔ اور اگر تقصیرات کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو اس عالم میں جہاں نفسی نفسی کا دور دورہ ہوگا کون کسی کو معافی دیگا بجز اس کے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہو۔

سورۂ نصر پیام اجل حضرت قتادہ سے مروی ہے :۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح قرأها کلها قال ابن عباس هذه السورة علم وحدّه الله لنبيه صلى الله عليه وسلم ونعى له نفسه اى انّك لن تعيش بعدها الّا قليلا قال قتادة والله ما عاش بعد ذلك الّا قليلا سنتين ثم

توفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابن جریر) حضرت قتادہ نے پورے سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح کی تلاوت کی اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ سورت شریفہ ایک علامت اور حد ہے جس کو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کیلئے مقرر فرما دی ہے اور آپ کے وقت آخر کی اطلاع دی ہے یعنی یہ کہ مکہ فتح ہونے اور قبائل عرب جوق جوق داخل اسلام ہونے کے بعد زیادہ دنوں تک آپ دنیا میں نہ رہ سکیں گے۔ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ایسا ہی ہوا کہ اس واقعہ کے بعد تھوڑے ہی عرصہ تک آپ یہاں رونق افروز رہے صرف دو سال۔ پھر آپ کی وفات شریف عمل میں آئی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مقصد بعثت کی تکمیل سفر آخرت کو مستلزم

اس موقع پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور خاص جب تسبیح وتحمید اور توبہ استغفار میں مشغول رہنے کے احکام دئے گئے تو تبلیغ احکام اور اصلاح امت کا بار گراں آپ سے اٹھا لیا گیا ہوگا۔ اس لئے کہ امر نبوت و رسالت تکمیل پا چکا تھا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کا سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا تھا۔ اس کی تکمیل ذات اقدس حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ آپ

رفیق اعلیٰ کی طرف اٹھالیے جاتے۔ ورنہ بادی النظر میں یہی سمجھا جاتا کہ معاذ اللہ نبوت ورسالت سے معزولی عمل میں آئی ہے اسی لئے آپ کو پیش از پیش مطلع فرمادیا گیا انک میت وانھم میتون۔ یقیناً آپ وفات پانے والے ہیں اور بے شک یہ (آپ کے سب دشمن) بھی مرنے والے ہیں" یہ کوئی نئی بات نہیں قدرت کا اٹل فیصلہ ہے:۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہی ہیں۔ جن سے پیشتر بہت سارے پیغمبر اور رسول (دنیا میں مبعوث ہوئے پھر) اپنی جگہ خالی کرکے چلے گئے۔ پھر اس کی حد اور علامت بنادی گئی کہ جب اللہ سبحانہ کی مدد اور فتح دونوں ایک ساتھ آئیں اور آپ برائی العین مشاہدہ فرمالیں کہ لوگ (اپنی مرضی اور خوشی سے بغیر کسی جدال وقتال کے) اللہ کے دین (اسلام) میں داخل ہوتے جارہے ہیں تو (آپ کی بعثت کا مقصد تکمیل پاچکا اب) آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہیں اور اس سے مغفرت کی دعا کیا کریں"

انہ کان توابا کی تفسیر انہ کان توابا۔ یقیناً وہ یعنی آپ کا رب توبہ قبول کرنے والا ہے" سورۂ نوح میں جس کی تفسیر گزر چکی حضرت نوح علیہ السلام نے حکم الٰہی سے اپنی قوم کو یوں مخاطب فرمایا تھا:۔ استغفروا ربکم انہ کان غفارا اپنے رب سے مغفرت طلب کرو یقیناً وہ مغفرت فرمانے والا ہے" یعنی استغفار کروگے تو

اپنے پروردگار کو غفار پاؤ گے بخش دینے والا" اور یہاں واستغفرہ کے مقابلے میں
توابا ارشاد ہو رہا ہے۔ صاحب تفسیر نیشاپوری نے ایک نکتہ بیان کیا ہے یعنی اسمیں
یہ اشارہ ہے کہ حضور نبی آخر الزماں علیہ صلوات الرحمان بلکہ آپ کی امت مرحومہ کا وصف
یہ ہے کہ ان کو استغفار کرنے کا حکم ہوا تو انھوں نے فوراً امتثال امر کیا اور توبہ و استغفار
میں مشغول رہے گویا یوں ارشاد ہوا:۔ استغفرہ وتب۔ فتابوا الیہ واستغفرہ
اللہ سبحانہ سے مغفرت کی دعا کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو۔ چنانچہ آپ کی امت نے
توبہ کر کے رجوع الی اللہ کیا اور اس سے مغفرت کی دعا کی" تو اللہ سبحانہ نے انکی توبہ و
استغفار کو قبول فرمایا انہ کان توابا۔ بے شک وہ ازل سے توبہ قبول کرنیوالا ہے۔
اس کا ثمرہ ان کو یہ ملا کہ ان کے رب نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو بخش دیا۔ نوح
علیہ السلام کی قوم کو بھی استغفار کا حکم ملا تھا مگر انھوں نے پرواہ نہ کی بالآخر ساری قوم
غرق کر دی گئی۔ واللہ اعلم۔

توبہ و استغفار کی اہمیت توبہ و استغفار فی الحقیقۃ بندے کا ایسا بہترین
وصف ہے کہ اگر وہ ستر سال تک بھی خداوند تعالیٰ شانہ کی نافرمانی کرتا رہے اور اسکے
بعد اللہ سبحانہ کے آگے صدق دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ شانہ اس کی توبہ کو قبول
فرمالے گا بلکہ ایک شخص عمر بھر کفر میں پڑا رہتا ہے پھر وہ ایمان لاتا ہے تو شان خداوندی

یہ ہے کہ اس کا کفر کافور ہو جاتا اور اس کا ایمان قبول فرمالیا جاتا ہے۔ گویا ارشاد خداوندی اس کے حق میں یہ ہوتا ہے کہ یہ بندہ کفر پر اڑا رہا اور میں نے اس پر احسان یہ کیا کہ ستر سال سے اس کی پرورش اپنے خزانۂ غیب سے کرتا رہا۔ اب وہ ایمان لا رہا ہے اگر اسکو قبول نکروں تو میرا تمام احسان ضائع جائے گا اور وہ مستحق نار ٹھہریگا۔ اس کی توبہ قبول کر لینے میں یہ فائدہ ہوگا کہ سالہا سال کا احسان ضائع نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا مفید ثمرہ برآمد ہو کر رہیگا۔ ایسے شخص کی نسبت فرشتے کہتے ہیں :۔ اتیت وان کنت قد ابیت۔ آخر راہ راست پر آیا اگرچہ اب تک انکاری بنا رہا۔"

توبہ سے اللہ سبحانہ کی خوشی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :۔

للہ افرح بتوبۃ احدکم من الضال الواجد والظمآن الوارد۔ بے شک اللہ سبحانہ تعالیٰ کو تم میں سے کسی کی توبہ پر زیادہ تر خوشی ہوتی ہے اس شخص کی خوشی سے جو اپنی گم کردہ متاع عزیز کو پالیتا اور اس پیاسے کی خوشی سے جو کمال تشنگی سے جاں بلب ہونے کے بعد پانی کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت انس اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا :۔ انی لاستغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ وفی روایۃ اکثر من سبعین مرۃ وفی روایۃ مائۃ مرۃ (بخاری، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی)

ابو یعلیٰ) یقین جانو کہ میں روزانہ رات دن ہیں ستر دفعہ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیا کرتا ہوں۔ اور ایک روایت ہیں ستر سے زیادہ کی صراحت ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ روزانہ سو دفعہ استغفار کیا کرتا ہوں " ظاہر ہے کہ اس عمل سے حق سبحانہ تعالیٰ کو خوش رکھنا منظور ہے اور معلوم ہے کہ آپ کا ہر کام اللہ سبحانہ تعالیٰ کی محض رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا تھا۔

سورۂ نصر سے حضور کے وقت آخر کی اطلاع

سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "لمّا نزلت اذا جآء نصر اللّٰہ والفتح نعیت لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نفسہ حین انزلت فاخذ فی اشدّ ما یکون اجتہادا فی امر الآخرۃ۔ (نسائی، عبداللہ بن احمد، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ) جب سورۂ اذا جآء نصر اللّٰہ نازل ہوا تو اس کے نزول کے ذریعہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے وقت آخر کی اطلاع دی گئی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت کے کاموں ہیں (پہلے سے زیادہ) سخت ترین مجاہدات کرنے لگے۔"

جناب سیدہؓ کا گریہ و تبسم

حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں: "لمّا نزلت اذا جآء نصر اللّٰہ والفتح قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ لم یبعث نبیًا الاّ عمرّ فی امتہ شطر ما عمرّ النبیّ الماضی قبلہ وانّ عیسی بن مریم

کان اربعین سنۃ فی بنی اسرائیل وھذہ لی عشرون سنۃ وانا میّت فی ھذہ السنۃ فبکت فاطمۃ فقال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم انت اوّل اھل بیتی لحوقابی فتبسمت۔ (ابن ابی حاتم' ابن مردویہ) جب سورۂ نصر نازل ہوا تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جس کسی نبی کو مبعوث فرمایا ان کو نبی سابق کی عمر کا نصف حصہ اپنی امت میں رہنے کا دیا گیا۔ چنانچہ عیسیٰ بن مریم (علی نبینا وعلیہما الصلاۃ والسلام) بنی اسرائیل میں چالیس سال رہے۔ اور اب ہمارے بھی بیس سال ہو چکے ہیں لہذا ہمیں بھی اسی سال چلنا ہوگا۔ یہ سنکر (سیدۃ نساء العالمین سیدتنا) فاطمہ (بتول بنت رسول علی ابیہا وعلیہا الصلاۃ والسلام) پر گریہ وزاری طاری ہو گئی۔ یہ حال دیکھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملو گی۔ یہ سنکر جناب سیدہ مسکرانے لگیں۔"

حضور انور کی شفقت اُمت مرحومہ پر

امام الاولیاء امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: نعی اللہ لنبیۃ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ حاین انزل علیہ اذا جاء نصر اللہ والفتح فکان الفتح سنۃ ثمان بعد مھاجرہ تتابع علیہ القبائل تسعی فلم یدر متی الاجل

ليلا ونهارا فعمل على قدر ذلك فوسع السنن وشدد الفرائض واظهر الرخص ونسخ كثيرا من الاحاديث وغزا تبوك وفعل فعل مودع۔

(خطیب بغدادی، ابن عساکر) اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کا وقت اخیر قریب ہونے کی اطلاع فرمادی جبکہ آپ پر سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوا۔ چنانچہ آپ کی ہجرت شریفہ سے آٹھ سال بعد مکہ مکرمہ فتح ہو گیا پھر جب آپ نے ہجرت کے نویں سال میں قدم رکھا تو قبائل عرب دوڑے دوڑے پیہم آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتے گئے۔ آپ کو رات دن انتظار رہتا تھا کہ وقت آخر اب آتا ہے یا جب۔ اور اسی انداز سے آپ ہر ایک کام سے جلد جلد فارغ ہونے لگے۔ چنانچہ آپ سنتوں کے باب میں سہولت دینے لگے اور فرائض پر شدت سے زور دیتے رہے۔ دین کی آسانیوں کو ظاہر فرماتے گئے۔ اور بہت ساری احادیث شریفہ کو منسوخ قرار دیا (تاکہ امت پر آسانی ہو) (رومیوں سے) تبوک کے مقام پر جہاد فرمایا۔ اور ایک ایک کام اس طرح انجام دینے لگے جیسے کوئی رخصت ہونے والا انجام دیتا ہے۔" (حجۃ الوداع بھی اسی کی یادگار ہے)۔ امۃ مرحومہ کو تسلی دیکر مطمئن فرمایا گیا کہ: — حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم۔ میرا یہاں رہنا بھی تمھارے لئے بہتر ہے اور میرا رخصت کر جانا بھی تمھارے لئے بہتر ہے۔"

یہاں رہنا اس اعتبار سے کہ وما کان اللّٰہ لیعذّبھم وانت فیھم
آپ جب تک ان میں رونق افروز ہیں اللہ ان کو کسی قسم کا عذاب نہ دیگا۔ اور
زمانہ رخصت کم از کم اس لحاظ سے کہ کوئی جدید حکم یا نیا فریضہ ان پر عاید نہ کیا جائیگا۔
فتح ونصرت کا وعدہ دیا گیا۔ خلافت ارضی کی راہ ہموار کر دی گئی۔ اعداء دین کے
دلوں پر رعب ڈال دیا گیا۔ شیطان کو مایوسی نصیب ہوئی۔ توبہ کا دروازہ کھول
دیا گیا۔ شفاعت کی امید دلائی گئی۔ حوض کوثر کی نوید سنائی گئی۔ قیامت کا دن
اگرچہ پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا مگر امتہ مرحومہ کے حق میں ایسا معلوم ہوگا جیسا کہ
عصر ومغرب کے درمیان فصل دکھائی دیتا ہے۔ آپ پر ایمان لانے والا نجات
ابدی کا مستحق قرار دیا گیا۔ کسی نیک کام کی محض نیت اور ارادے پر ایک اجر اور
نیک کام کے کرنے پر دس نیکیوں کی بشارت دی گئی۔ اگر برے کام کا ارادہ کیا تو
اس پر کوئی مواخذہ نہیں اور اگر برا کام کیا تو ایک برائی لکھی جائے گی۔ بشرطیکہ
فوراً توبہ نہ کی جائے۔ اور اگر توبہ کرلے تو ایک برائی بھی لکھی نہ جائے گی۔ نیکوکار
سیدھا جنت میں چلا جائے گا اور بدکار سے بدکار مومن دوزخ میں بھی ڈالا گیا تو
محض گناہوں کی آلائش سے پاک کرنے کے لئے۔ نہ کہ سزا وعقوبت کے طور پر۔ اور
بہت سے ایسے ہوں گے جو فضل الٰہی سے اور ایسے بھی کتنے ہوں گے جو شفاعت کی

بدولت نجات پا جائیں گے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:۔ انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلو بعدی کتاب اللہ و سنتی۔ میں تم میں دو چیزیں ایسی چھوڑ جاتا ہوں کہ اگر تم ان دونوں کو تھامے رہو تو میرے بعد کبھی بھی راہ راست سے بھٹکنے نہ پاؤ گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت۔ یعنی آپ کے احادیث شریفہ" یہ بھی ہے:۔ کتاب اللہ و عترتی۔ اللہ کی کتاب (قرآن کریم) اور میری عترت طاہرہ" (جو کتاب وسنت دونوں کی ان شاء اللہ تعالی عملی تصویر ہو گی)۔ وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وتبعیہ ومحبیہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

سورۂ نصر کی تفسیر ختم ہوئی۔ وللہ الحمد